فاطمۃ الزہراء

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی

حیات و خدمات

ترجمہ

ڈاکٹر زبیریہ نیرہ

نظرثانی

نایاب حسن

فاطمة الزہراء

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی

حیات وخدمات

ترجمہ

ڈاکٹر زبیریہ نیرہ

نظرثانی

نایاب حسن

ناشر

مرکزی پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی: حیات وخدمات
کتاب کا اصل نام:		الدكتور اورنكزيب الأعظمي: حياته وخدماته
مصنف	:	فاطمۃ الزہراء
مترجم	:	ڈاکٹر زبیریہ نیرہ
نظرثانی	:	نایاب حسن
ناشر	:	مرکزی پبلیکیشنز نئی دہلی
تعداد	:	500
سن طباعت	:	2018ء

Name of the Book
Dr. Auranzeb Azmi Hayat -O- Khidmat
Pages: 102 Rs. 150 Size: 23x36/16
ISBN: 978-81-936908-2-6

Printed & Published by:
Markazi Publications
Contact : 9811794822 / 21
Email: markazipublication@gmail.com

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ نمبر
حرفِ نیاز	5
مقدمہ	10
پیش لفظ	14
ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی حیات وخدمات	16
ضلع اعظم گڈھ: مختصر تاریخ	17
خاندان اور جائے پیدائش	27
ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم	32
اساتذہ	34
کتابوں سے عشق اور ذوقِ مطالعہ	37
عملی میدان میں	39
تصنیف وتالیف کا شوق	40

اسلوبِ نگارش	46
تصنیفات و تالیفات	55
ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی غیر مطبوعہ تصانیف/تالیفات/تراجم	73
مضامین، ترجمے اور تحقیقات	75
صحافتی سرگرمیاں	82
شعر و شاعری	84
علما، دانشوران اور محققین کا حسنِ اعتراف	94
مراجع	98

حرفِ نیاز

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی ہمارے عہد کے ان گنے چنے لوگوں کی صف میں نمایاں ہیں، جو پوری یکسوئی، دلجمعی اور دیدہ وری کے ساتھ علمی، ادبی و تحقیقی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، ان کا فکری مبلغ اور ادبی و تحقیقی شعور نہایت پختہ و گہرا ہے اور ان کے قلم میں خدا نے فیاضی کا ہنر رکھا ہے، چنانچہ وہ لگا تار عربی، اردو، انگریزی زبانوں میں اپنے نتائجِ فکر سے معاصر علمی دنیا کو نہال کر رہے ہیں اور اپنی انفرادیت و کمال کا لوہا منواتے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب میرے استاذ ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک شاگرد اپنے استاذ کی تعریف ہی کرے گا، مگر غیر جانب داری و خالی الذہنی کے ساتھ بھی جب میں ان کے علمی و فکری سراپا پر نظر ڈالتا ہوں، تو ان کا کمالِ فکر و فن اپنا قائل کیے بغیر نہیں رہتا، سو ان کی حیات و خدمات کے مختصر جائزے پر مشتمل اس کتاب کے لیے لکھی جانے والی میری یہ تحریر ''حرفِ نیاز'' کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی سوانحی جھلک یہ ہے کہ آپ 21/اگست 1977ء کو ضلع اعظم گڈھ کے

ایک گاؤں ''منڈیار'' میں پیدا ہوئے، فضیلت تک کی تعلیم ہندوستان کی معروف دینی و علمی دانش گاہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر سے حاصل کی، اس کے بعد عربی زبان وادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی سے وابستہ ہوئے اور 1999ء میں گریجویشن مکمل کیا، 2001ء میں جواہر لال یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویشن اور 2007ء میں وہیں سے ایک منفرد اور اہم عنوان ''ترجمات معاني القرآن الإنجليزية: دراسة تحليلية-ونقدية'' پر گراں قدر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، یہ اعلیٰ ترین تحقیقی وتنقیدی مقالہ بعد میں مکتبہ التوبہ، سعودی عرب سے کتابی شکل میں بھی شائع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اس کا انگریزی ترجمہ بھی عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر اعظمی کی باقاعدہ عملی سرگرمیاں 2003ء سے شروع ہوئیں، تب سے 2008ء تک آپ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں گیسٹ لیکچرر رہے، 2009ء میں وشو بھارتی یونیورسٹی مغربی بنگال میں عربی، اردو، فارسی اور اسلامیات کے شعبے میں اسسٹنٹ پروفیسر ہوگئے اور وہاں مسلسل پانچ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، 2014ء میں ان کا تقرر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ عربی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر ہوا اور تب سے اب تک یہاں درس وتدریس میں مشغول ہیں، 2014ء میں عربی واسلامی علوم میں نمایاں خدمات کے عوض انہیں صدر جمہوریہ ایوارڈ سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں سرگرم صحافتی رول بھی ادا کر رہے ہیں اور ان کے قیمتی ادبی وتحقیقی مقالات ملک وبیرونِ ملک کے مختلف اہم رسائل ومجلّات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی ادارت میں 2009ء سے مولانا آزاد آئیڈیل ایجوکیشنل ٹرسٹ، بولپور، مغربی بنگال کے زیر اہتمام ایک وقیع عربی میگزین ''مجلۃ الہند'' شائع ہو رہا ہے، جس کا 2014-15ء میں شبلی صدی کے موقع پر کم وبیش چودہ سو صفحات پر مشتمل دو ضخیم

جلدوں میں ''شبلی نمبر'' شائع ہوکر عالمی پیمانے پر مقبولیت حاصل کر چکا ہے، حال ہی میں علامہ حمید الدین فراہی کی حیات وخدمات پر بھی تین ضخیم جلدوں میں اس کا خاص نمبر شائع ہوا ہے، ساتھ ہی جنوری 2016ء سے ''دی انڈین جرنل آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز'' کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی مجلہ بھی نکال رہے ہیں اور یہ بھی اربابِ علم ونظر کے طبقے میں مقبول ومتداول ہے۔ ڈاکٹر اعظمی کی باضابطہ تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں پر گوکہ بہت زیادہ مدت نہیں گزری ہے، مگر ان کے سیال قلم سے اب تک پچاس سے بھی زائد قیمتی تصنیفات، تالیفات، تراجم وغیرہ منظرِ عام پر آچکے ہیں، ان کی کئی کتابیں ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، لبنان، شام، پاکستان اور برطانیہ وغیرہ کے موقر اشاعتی اداروں سے شائع ہوئی ہیں، ان کے علاوہ دوسو سے زائد مختلف علمی، ادبی، تحقیقی واسلامی موضوعات پر ان کے مقالات ہندو بیرونِ ہند کے عربی اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں، تعلیمی اداروں کی غیر علمی سرگرمیوں سے مکمل انقطاع اور خلوت نشینی ویکسوئی کے ساتھ اپنی علمی وتحقیقی سرگرمیوں میں مصروف رہنا ڈاکٹر اعظمی کی خاص شناخت ہے، مطالعہ وکتب بینی سے بے پناہ شغف، علمی ذوق کا وفور، ادبی ہنرمندی اور تحقیقی انہماک کے حوالے سے ان کی شخصیت بلاشبہ قابلِ رشک ہے۔ مختلف اکابر اہلِ علم وفکر کی تصانیف اور ان کے افکار وسوانح کو عربی زبان میں منتقل کرنا ان کا ایک خاص نصب العین ہے اور اس کے تحت وہ کئی اہم اہلِ علم وفضل مثلاً علامہ محمد فاروق چریاکوٹی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، علامہ حمید الدین فراہی، قاضی اطہر مبارکپوری، علامہ ابو محفوظ الکریم معصومی، مولانا صدر الدین اصلاحی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا محمود حسن قیصر امروہوی، پروفیسر فیضان اللہ فاروقی، پروفیسر وزیر حسن وغیرہ میں سے بعضوں کے سوانح اور بعضوں کی تصنیف کردہ مختلف کتابوں کا عربی ترجمہ کر چکے ہیں۔ عربی شاعری کا بھی اعلیٰ

ذوق رکھتے ہیں اور ان کے متعدد دلچسپ عربی قصائد اس پر شاہدِ عدل ہیں، ہندوستان کے عربی شعرا پر انھوں نے ایک منفرد اور وقیع کام کیا ہے، چھ سو صفحات پر مشتمل ہندوستان کے پانچ سو عربی شعرا کی ڈائریکٹری ''الطلح المنضود في شعراء العربية الهنود'' تیار کی ہے، ان میں مرحومین و موجودین سبھی شامل ہیں اور ڈاکٹر اعظمی نے ان شاعروں کی محض فہرست مہیا نہیں کی ہے؛ بلکہ نام کے ساتھ ان کے کلام کے نمونے بھی درج کیے ہیں۔

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی متعدد قومی و بین الاقوامی زبانوں میں نکتہ ورانہ صلاحیتوں کے حامل ہیں اور ترجمہ نگاری میں انھیں درک حاصل ہے، اب تک کئی کتابوں اور پچاسوں علمی، تحقیقی و ادبی مقالات کا عربی ترجمہ کیا ہے، جو ملک و بیرون ملک کے رسائل و مجلّات میں شائع ہوئے ہیں، ان کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ترجمہ کے فن کو تمام تر اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے اور مکمل مہارت، دیانت اور علمی بصیرت کے ساتھ برتا ہے، ان کے ترجموں میں نہ تو پیچیدگی ہے، نہ ابہام ہے، نہ اصل عبارت اور صاحبِ تصنیف وتحریر کی مراد کو خلط ملط کیا ہے اور نہ اپنی طرف سے رنگ آمیزی کی ہے۔ ان کے ترجمے کی خاص بات سلاست، شفافیت اور ادبی لطافت ہے۔ انھوں نے دسیوں اہلِ علم کی کتابوں، مقالات اور تحریروں کو عربی و انگریزی کے قالب میں ڈھالا ہے اور روز بروز ان کی فنکارانہ صلاحیتوں کی بدولت ہندوستانی علما و مفکرین کے افکار و نظریات اور ان کی علمی و ادبی خدمات دوسری عالمی زبانوں میں منتقل ہو کر قبولِ عام حاصل کر رہی ہیں۔ خاص طور پر شبلی اور شبلیات کی توسیع وتعریب کا جو کام ڈاکٹر صاحب کر رہے ہیں، وہ لائقِ صد تحسین و تبریک ہے، علامہ مرحوم کی معرکۃ الآرا تصنیف ''المأمون'' کے علاوہ ان کے مختلف تحقیقی و تاریخی رسائل و مقالات کا انھوں نے عربی ترجمہ کیا ہے، جو بیروت وغیرہ سے شائع ہوئے ہیں۔ ترجمے کے علاوہ تحقیق و

تدقیق بھی ان کا پسندیدہ ومحبوب موضوع ہے اور آج کے سہولت پسند دور میں بھی وہ کسی بھی عنوان پر لکھنے سے پہلے اس کے تمام اطراف و جوانب کا پوری باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے ساتھ موضوع سے متعلق سارے بنیادی مصادر و مراجع تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور مکمل تحقیق کے بعد ہی اس موضوع پر لکھتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی عملی زندگی پر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے، مگر ان کی خدمات کی جہتیں اتنی رنگا رنگ اور وسیع ہیں کہ وہ بہت سے معمر اہلِ علم و تحقیق کو بھی پیچھے چھوڑ چکے ہیں۔

یہ کتاب جو آپ کے پیش نظر ہے، ڈاکٹر صاحب کی مکمل سوانح نہیں ہے، بس ان کی عملی وعلمی زندگی کی ایک جھلک ہے۔ یہ اصلاً محترمہ فاطمہ الزہراء کے ذریعے عربی زبان میں لکھی گئی اور 2015ء میں معروف عربی نشریاتی سائٹ ''الألوكة'' پر شائع ہوئی تھی، پھر کتابی شکل میں شائع ہوئی، اسی کا اردو ترجمہ ڈاکٹر زبیریہ نیرہ نے کیا ہے۔ کتاب میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی علمی حصولیابیوں کا احاطہ کرنے کی عمدہ کوشش کی گئی ہے۔ ترجمہ اچھا اور سلیس ہے، راقم نے اس ترجمے کو بغور پڑھا اور کہیں کہیں حسبِ ضرورت اضافہ وترمیم بھی کی ہے۔ امید ہے کہ اہلِ علم وادب کے حلقے میں اس کی پذیرائی ہوگی اور یہ کتاب آئندہ ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی مفصل ومبسوط سوانح حیات کے لیے بنیادی مرجع ثابت ہوگی۔

نایاب حسن

مدیر ''ترجمانِ جمعیۃ'' نئی دہلی

ومدیر اعلی قندیل ڈاٹ اِن (Qindeel.in)

مقدمہ

خدا کی حمد وثنا کے بعد میں سب سے پہلے محترمہ فاطمۃ الزہراء کو ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے سوانح نگاری کے لیے ڈاکٹر اورنگ زیب جیسی ہمہ جہت شخصیت کا انتخاب کیا، ڈاکٹر صاحب صرف انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کے جید عالم ہی نہیں؛ بلکہ عظیم محقق، مصنف اور انشا پرداز بھی ہیں، وہ اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کرنے میں کمال رکھتے ہیں، ان کے ترجمے نہایت سلیس اور بامحاورہ ہوتے ہیں، قاری کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے؛ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اصلاً وہ تحریر اسی زبان میں لکھی گئی ہے، مذکورہ تینوں زبانوں میں ان کی کئی کتابیں، مضامین اور ترجمے طبع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں اور ایک عالم ان سے فیض یاب ہورہا ہے، ڈاکٹر صاحب کا اندازِ تحریر انتہائی سادہ اور رواں ہے، تصنع و تکلف سے پاک ہے، وضاحت اور صداقت ان کا طرۂ امتیاز ہے، ان کی باتیں اور ان کی تحریریں محقق اور مدلل ہوا کرتی ہیں۔ ان کی تصنیفات اور ان کے لکھے ہوئے مضامین میرے اس دعوی کے شاہد عادل ہیں، "إن من البيان لسحرا" یہ مقولہ یا کہاوت ڈاکٹر صاحب کی تحریروں پر سچ ثابت ہوتی ہے۔ ان کی تحریریں پڑھنے کے بعد اس کہاوت کی صداقت کا مکمل یقین ہوجاتا ہے، ان کی تحریریں جادو کا اثر رکھتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کم عمری ہی میں اتنی ساری عمدہ اور تحقیقی کتابیں اور دلوں کو چھو لینے والے مقالات لکھ ڈالے اور انگریزی، عربی اور اردو میں دلکش ترجمے کر ڈالے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا کام اتنی کم مدت میں انہوں نے کیسے سرانجام دیا ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مگر خدا کی عنایتیں یونہی بیٹھے بٹھائے نہیں ہوتیں، "ہمت مرداں مدد خدا" کا قانون ہر جگہ جاری و ساری ہے، ڈاکٹر صاحب کی ان عظیم خدمات اور کارناموں کے پیچھے ان کی جدوجہد اور ان کے شوقِ مسلسل کا ایک طویل سلسلہ کارفرما ہے، لیلائے مقصود کے حصول کے لیے انہوں نے ہر طرح کی قربانی پیش کی ہے، انہیں سخت مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، گھر کے آرام و آسائش کو تج دینا پڑا، اپنوں اور غیروں کے طعنے سنے، مگر اپنی دھن میں مگن رہے، خدا کی بخشش سبب اور بہانہ ڈھونڈتی ہے، جو شخص امتحان میں پورا اترتا ہے، رحمتِ حق اسی کا ساتھ دیتی ہے۔

سرمد! غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دل پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
این دولتِ سرمد ہمہ کس رانہ دہند

اگرچہ ڈاکٹر صاحب میدانِ تنقید و تحقیق کے شہسوار ہیں؛ لیکن اپنی تصانیف اور ترجموں میں واقعات و مسائل کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں کہ قاری واقعات کی دنیا میں اپنے آپ کو چلتا پھرتا محسوس کرنے لگتا ہے، واقعات مجسم ہو کر اس کے سامنے آتے ہیں اور قاری محسوس کرتا ہے کہ وہ انھیں بچشمِ خود دیکھ رہا ہے۔

مجھے بہت خوشی ہے اور میں جذباتِ شکر سے سرشار ہوں کہ محترمہ فاطمۃ الزہراء نے ایسے عظیم المرتبت اور صاحبِ فضل وکمال کی حیات وخدمات پر قلم اٹھایا، ان کی جودتِ طبع اور حسنِ انتخاب کی جتنی بھی داد دی جائے، کم ہے، اگر چہ ڈاکٹر صاحب کی خدمات اور کارناموں کے سامنے یہ کتاب انتہائی مختصر معلوم ہوتی ہے؛ لیکن یہ "بہ قامت کہتر، بہ قیمت بہتر" کی مصداق ہے، محترمہ نے تمام کلیدی اور بنیادی باتیں اس مختصر کتاب میں سمودی ہیں، گویا کوزے میں دریا بند کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے، انہوں نے بعد میں آنے والے سوانح نگاروں کے لیے راہ ہموار کردی ہے، ان کے لیے یہ کتاب ان شاء اللہ مرجع وماخذ اور چراغ راہ ثابت ہوگی۔

یہ صحیح ہے کہ صناعِ قدرت ہونہار نونہالوں کی آبیاری کر کے انہیں عظیم بناتی ہے اور برگ وبار سے آراستہ کرتی ہے، قدرت کی طرف سے وہ فن کار اور عبقری پیدا ہوتے اور فطری طور پر اعلی مزاج کے حامل ہوتے ہیں؛ لیکن ہر فن کار اپنے زمان ومکان سے متاثر بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے ماحول سے بھی بہت کچھ اخذ کرتا ہے، اس کی شخصیت کی تعمیر میں حالات و کیفیات کا زبردست ہاتھ ہوتا ہے، یقیناً ہمارا ہیرو بھی اس فطری قانون سے مستثنی نہیں ہوسکتا؛ لہذا محترمہ فاطمۃ الزہراء نے ڈاکٹر صاحب کے وطن، خاندان، بچپن کے حالات اور ان کی خانگی مشکلات وصعوبات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی زمانے سے نبرد آزمائی اور تحصیل علم کے شوق فراواں میں ہر رکاوٹ کو ہیچ سمجھنے کا ذکر بڑے اچھے انداز سے کیا ہے، جس سے جوانوں کو حوصلہ اور سبق ملتا ہے:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

محترمہ فاطمۃ الزہراء نے اس کتاب کو عربی زبان میں تحریر کیا ہے، یقینا عرب دنیا

ایک وسیع دنیا ہے، ڈاکٹر صاحب کے کارہائے نمایاں سے عربوں کا واقف ہونا اور استفادہ کرنا ضروری تھا؛ کیوں کہ بنیادی طور پر ڈاکٹر صاحب کی علمی، تحقیقی وتنقیدی خدمات کا دائرہ عربی زبان وادب وعلوم ہی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ہندوستانی ہیں اور برصغیر کا پڑھا لکھا طبقہ ان کے کارناموں سے واقف ہی نہیں مستفیض بھی ہے؛ لیکن ان کی خدمات اور کارناموں کا چرچا عوام الناس تک بھی پہنچنا ازبس ضروری تھا اور چوں کہ برصغیر کی زبان اردو ہے؛ اس لیے جب سے میں نے اس کتاب کو دیکھا، میری شدید خواہش رہی کہ اس عمدہ اور مفید کتاب کا اردو قالب میں آنا نہایت ضروری ہے۔ اس کام کے لیے ایک دوسرے کا منھ دیکھنے سے بہتر یہ ہے کہ میں خود آگے بڑھوں اور اس اہم کام کے لیے یکسو ہوکر اپنے کو تیار کرلوں؛ چنانچہ اس کتاب کے اردو ترجمے کے کام کو میں نے ہمت کر کے اپنے ہاتھ میں لیا، اگرچہ میں اپنی کم علمی؛ بلکہ بے بضاعتی کی معترف ہوں؛ لیکن پھر بھی ذاتِ باری تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس کام کو نہایت دیدہ ریزی، جاں فشانی، اور محنت سے انجام دیا، والحمدللہ علی ذلک، میں کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوں، اس کا فیصلہ اہل نظر کے ہاتھوں میں ہے ؎

فرشتے سوچتے ہی رہ گئے انجامِ ہستی پر
دل بے تاب تڑپا اور بنیاد جہاں رکھ دی

آخر میں خدا سے دعا ہے کہ وہ اصل عربی کتاب کی طرح اس کے اردو ترجمے کو بھی مفید ومقبولِ خاص وعام بنائے اور اہلِ اردو بھی زیادہ سے زیادہ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور ان کے کارناموں سے واقف ہوکر استفادہ کرسکیں۔ (وما توفيقي إلا بالله)

ڈاکٹر زبیریہ نیرہ

پیش لفظ

ہندوستان میں ہر دور اور تاریخ کے ہر مرحلے میں عبقری شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ملک ہمیشہ سے عظیم دانشوروں، ادیبوں اور دین وحکمت کے علم برداروں کا مرکز رہا ہے، صاحب کلیلہ ودمنہ ''بیدبا'' فلسفی سے لےکر وحیدالدین خاں تک عظیم دانشوروں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ یہ حقیقت اس ملک کے لیے باعثِ افتخار ہے کہ یہاں کے دانشوروں کو صرف اہل وطن ہی نے خراج تحسین نہیں پیش کیا، بلکہ ساری دنیا کے علماء، ادباء اور محققین نے ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے۔

ہندوستان کے طویل وعریض خطے میں ضلع اعظم گڈھ اپنے علمی اور ادبی کمالات وامتیازات کی وجہ سے ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔ ماضی قریب وبعید میں خطۂ اعظم گڈھ سے عظیم شخصیتیں ابھریں اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ ان قدآور شخصیات نے علم وادب کے میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ عاشق الٰہی گھوسوی، استادِ بانیٔ درس نظامی علامہ نظام الدین سے لےکر ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی جیسے عظیم ہندوستانی محقق تک لاتعداد نمایاں

شخصیات اعظم گڈھ کے افق پر نمودار ہوئیں اور علم وفضل میں رتبۂ کمال کو پہنچی ہیں۔اس حوالے سے اسی خطے کے مشہور ومعروف شاعر اقبال سہیل کا یہ شعر مبنی بر حقیقت ہے:

اس خطۂ اعظم گڈھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

انہی عظیم وعبقری شخصیات میں ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی بھی ہیں۔جنھوں نے فروغِ علم وفن اور ادب وتحقیق کے شعبے میں اپنی زبردست خدمات پیش کی ہیں۔آپ ایک عظیم المرتبت عالم، زبردست شاعر اور ماہر صحافی ہیں،ان کی علمی اور ادبی خدمات کے پیش نظر ہندوستان کی مرکزی حکومت نے انھیں 2014ء میں ہندوستان کے موقر صدارتی ایوارڈ سے بھی سرفراز کیا ہے۔

میں نے اس عظیم قومی اعزاز کی حصول یابی کے موقع پر مناسب سمجھا کہ اختصار کے ساتھ ان کی حیات وخدمات کا خاکہ پیش کردوں؛ تاکہ جو لوگ ان کے علمی اور ادبی فضل وکمال سے ابھی تک ناآشنا ہیں انھیں واقفیت حاصل ہو جائے اور اسی بہانے ڈاکٹر اعظمی کی علمی وعملی زندگی کی ایک جھلک بھی اہلِ علم کے سامنے آجائے۔میں اللہ سبحانہ وتعالی کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ڈاکٹر اعظمی کی حیات وخدمات پر لکھنے کی توفیق دی۔میں خداوند کریم سے دعا گو ہوں کہ صحت کے ساتھ ان کی عمر دراز کرے؛ تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اسلام،قرآن اور حدیث وادب کی خدمات انجام دے سکیں۔(آمین)

فاطمۃ الزہراء

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی

حیات و خدمات

ضلع اعظم گڑھ کی مختصر تاریخ

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی زندگی اوران کی علمی خدمات کا ذکر کرنے سے قبل میں ضروری سمجھتی ہوں کہ ضلع اعظم گڑھ کی تاریخ پر مختصر روشنی ڈال دوں، جو ڈاکٹر اعظمی اوران کے عظیم المرتبت آباواجداد کا موطن و مسکن ہے۔

اعظم گڑھ (Azamgarh) ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا ایک ضلع ہے، اس ضلع میں ہزارہا عظیم علما، فضلا، محدثین اور شعرا پیدا ہوئے ہیں، جنھوں نے تعلیم وتصنیف اوردعوت وارشاد کے میدانوں میں زبردست خدمات انجام دی ہیں۔ یہ ضلع دریائے تمسا Tamsa کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ ضلع اعظم گڑھ صوبہ اتر پردیش کے شمال مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ دلی سے بذریعہ ہوائی جہاز 656 کلومیٹر، بذریعہ ٹرین 805 کلومیٹر اور بذریعہ بس 829 کلومیٹر کی دوری پر آباد ہے۔ اس ضلع کا کل رقبہ تقریباً 4454 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کے شمال میں ضلع گورکھپور، جنوب مغرب میں ضلع جونپور، جنوب مشرق میں ضلع غازی پور، مشرق میں ضلع مئو، مغرب میں ضلع سلطان پور اور شمال مغرب میں ضلع اکبر پور واقع ہیں۔

اس ضلع کا قیام 350 سال پہلے مغلیہ دورِ حکومت میں راجہ اعظم خاں کے ہاتھوں ہوا تھا۔ راجہ اعظم خاں کے خاندان میں اس علاقے کی حکومت بہت دنوں تک قائم رہی، پھر نوابانِ اودھ کے ہاتھوں میں پہنچی، اس کے بعد انگریزوں نے اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ انھوں نے 1832 میں اسے مستقل ضلع بنا دیا، پھر 1988ء میں اس ضلع سے کچھ حصہ کٹ کر مئو کے نام سے ایک الگ ضلع وجود میں آیا۔

مورخین کے مطابق راجہ اعظم خاں کے خاندان کا ایک شخص ابھیمان سنگھ مغل شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں آگرہ جا کر مشرف بہ اسلام ہوا، جب جہانگیر کو اس کی خبر ہوئی تو اسے بڑی خوشی ہوئی اور ابھیمان سنگھ کو دولت خاں کا خطاب دے کر ۲۴ پرگنے عطا کیے۔ ان پرگنوں کا اکثر حصہ آج بھی ضلع اعظم گڑھ میں شامل ہے، جب کہ بعض حصے ضلع غازیپور اور ضلع مؤ میں شامل ہیں۔

راجہ دولت خاں لاولد تھے اور مینہ نگر میں ان کی وفات ہوئی، وہیں ان کی قبر ہے، وہ اپنے بعد اپنے ہندو بھتیجے ہربنس کو ریاست کا مالک بنا گئے تھے، آگے کے سلسلہ میں ایک نامور شخص بکرماجیت ہوا، اس نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا، اس کے دو بیٹے تھے؛ اعظم خاں اور عظمت خاں۔ اعظم خاں نے 1665ء میں اعظم گڑھ کی بنیاد ڈالی اور عظمت خاں نے اپنے نام سے عظمت گڑھ بسایا جو اب تک اسی نام سے اِس ضلع میں آباد ہے۔ 1

''گڑھ''، سنسکرت لفظ ''کھنڈ'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے، جس کے معنی خندق ہیں اور گڑھ سے مراد وہ قلعہ ہوتا ہے، جس کے چاروں طرف گڑھا کھودا گیا ہو۔ عہدِ قدیم میں ہندوستان کے راجہ اور جاگیردار اپنی اور اپنے خاندان والوں کی حفاظت کے لیے اسی طرح

---

1 حیات شبلی، ص 74، اعظم گڈھ کا علمی، ادبی اور تاریخی پس منظر، ص: 11

کے قلعے تعمیر کرتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''ہندوستان کے اکثر وہ شہر، جن کے نام کا آخری جز گڑھ ہے، ان کی آبادی کا آغاز درحقیقت کسی فوجی آبادی سے ہوا، یعنی کسی زمیندار یا رئیس نے اپنے اور اپنی رعایا کے لیے کوئی گڑھ بنایا اور اس کو اپنے نام کی طرف منسوب کر دیا، اعظم گڑھ بھی اسی قسم کا شہر ہے۔'' 1

شروع میں ضلع اعظم گڑھ ان جنگلات کا ایک حصہ تھا، جو بنارس سے لے کر اجودھیا تک پھیلے ہوئے تھے اور ان جنگلوں میں تارک الدنیا لوگ رہتے تھے، جو گیان دھیان اور عرفانی تجربہ کرتے یا نوجوانوں کو تعلیم دیتے تھے، کچھ عرصے کے بعد یہاں ہندوؤں کے بہت سے قبیلے آباد ہوئے، جن میں گھوسی اور چیرو قبیلے بہت مشہور ہیں۔

گیارہویں صدی عیسوی کے شروع میں جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر کئی حملے کیے اور مسلم فاتحین ہندوستان میں پھیلنے لگے، تو ضلع اعظم گڑھ کا یہ علاقہ اسلام سے آشنا ہوا، اس کے بعد بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں سلطان شہاب الدین غوری کی فوجیں ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئیں، جن کی بدولت یہاں کے باشندے اسلام کی برکتوں کو سمجھنے اور اسلام قبول کرنے لگے۔ چودہویں صدی عیسوی میں فیروز شاہ تغلق نے جونپور شہر کو دریائے گومتی کے کنارے آباد کیا۔ بعد میں یہی جونپور سلطنتِ شرقیہ کا دار السلطنت بنا۔ مشرقی بادشاہوں کے شوقِ علم اور علماء و اکابرین کی قدر دانی کی وجہ سے دور دراز علاقوں سے علما اور ماہرین فن کشاں کشاں جونپور وارد ہونے لگے اور جونپور کا خطہ علم وفن کا مرکز بن گیا، یہاں تک کہ ایک موقع پر شاہجہاں نے فرمایا ''جونپور شیرازِ مملکتِ

1۔ حیاتِ شبلی، ص: 73

ماست''۔خطۂ اعظم گڑھ اسی جونپور کا ایک اہم ٹکڑا تھا۔

جس وقت نواب اودھ نے جونپور کی مشرقی سلطنت پر حملہ کیا اور جنگ کی آگ بھڑکی تو راجہ اعظم خاں کے بیٹے مہابت خاں نے اس افراتفری کے دور کو غنیمت سمجھا، وہ ایک طاقتور اور بہادر راجہ تھا، موقع کا فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی سلطنت کو مدھوبن گھوسی سے لے کر اترولیا تک وسیع کر لیا، نوابانِ اودھ سے مہابت خاں کی ہمیشہ ٹھنی رہتی تھی اور برابر جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔اودھ کے نواب سعادت علی خاں نے ایک موقع پر مہابت خاں کو شکست دے کر اعظم گڑھ کی حکومت کو اودھ سلطنت میں ملا لیا اور مہابت خاں کو نظر بند کر دیا۔اسی حال میں 1731ء میں اس کی وفات ہوگئی، مہابت خاں کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ارادت خاں نے احمد خاں بنگش حاکمِ فرخ آباد سے اودھ کے نواب صفدر جنگ کے خلاف کمک حاصل کی اور وہ دوبارہ 1765ء میں اعظم گڑھ کی سلطنت کو نوابانِ اودھ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔اسی وقت جہان خاں کے چچازاد بھائی اعظم خاں ثانی اعظم گڑھ کی سلطنت پر قابض ہونا چاہتے تھے؛ لیکن ناکام ہوئے اور جونپور میں جا کر پناہ لی۔پھر 1761ء میں ایک خانہ جنگی ہوئی، جو جہان خاں اور نظام آباد کے حاکم کے درمیان لڑی گئی تھی، اس جنگ میں دونوں دعویدار مارے گئے اور موقع کو غنیمت جان کر غازیپور کے حاکم فضل علی خاں نے سلطنت اعظم گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ 1

اس زمانے میں علم اور علما کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی، ان علما میں شیخ غلام فاروقی کی شخصیت نمایاں ترین ہے، آپ علم وفن کے شہنشاہ تھے، محمد آباد گوہنہ میں آپ کا قیام تھا، جب حاکم غازیپور فضل علی خاں کی فتح مکمل ہوگئی، تو اس نے سلطنتِ اعظم گڑھ کی حکومت شیخ غلام

---

1 ایضاً،ص:47

فاروقی کے حوالے کرنا چاہی؛ لیکن شیخ نے انکار کر دیا اور جواب میں یہ شعر لکھ کر بھیجا:

بیچارہ خر آرزوی دُک کرد نایافتہ دم خویش گم کرد [1]

آخر کار 1764ء میں فضل علی خاں کو غازیپور اور اعظم گڑھ دونوں ریاستوں سے معزول کر دیا گیا، جب کہ جنگ بکسر میں حاکم اودھ شجاع الدولہ کی انگریزوں کے مقابلے میں شکست ہو چکی تھی، اس وقت اعظم خاں ثانی نے اپنے آبا و اجداد کی وراثت اپنی عقلمندی، ذہانت اور قوت کی بدولت حاصل کر لی۔

نواب اودھ آصف الدولہ کے زمانے میں مرزا عطا بیگ خاں کابلی ایک منصب دار تھا، جس کے ذمے علاقے کی دیکھ بھال، ڈاکوؤں کی سرکوبی اور عوام تک ضروری سہولتیں پہنچانا تھا؛ لیکن 1791ء میں اس علاقے کی ریاست انگریزی حکومت کی طرف منتقل ہو گئی تو انگریز حاکم نے جہان خاں کے بیٹے نادر خاں کو تین سو روپیہ وظیفہ سالانہ اور بارہ گاؤں عطا کیے۔ جہان خاں کی وفات 1826ء میں ہوئی، ان کے بعد ان کا بیٹا مبارک خاں تخت حکومت پر بیٹھا اور دوبارہ ملک کا خطاب حاصل کیا۔ پھر 1858ء میں اس کی بھی وفات ہو گئی اور تخت سلطنت کا وارث اس کا بیٹا سلامت خاں ہوا اور اپنے والد مبارک خاں ملک کے تمام امتیازات اور خصوصیات اسے حاصل ہوئے۔ عوام الناس میں اسے بڑی قبولیت اور پذیرائی حاصل تھی۔ سلامت خاں کی وفات 1912ء میں ہوئی۔[2]

اس علاقے پر انگریزوں کا دبدبہ اس وقت ہوا جب برطانیہ کے گورنر لارڈ ویلزلی اور نواب اودھ سعادت علی خاں کے درمیان معاہدہ ہوا، اس وقت ضلع اعظم گڑھ ایسٹ انڈیا

---

1 حیات شبلی، ص:75

2 ایضاً، ص47

کمپنی کے قبضے میں چلا گیا، یہ 1798ء کی بات ہے، اس واقعے کو مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی اپنے خاص انداز میں یوں لکھتے ہیں:

> ''انگریزی کی تاریخی کتابیں اس عہد و میثاق کے ذکر سے یکسر خالی ہیں، لیکن تمام فارسی اور اردو تاریخی کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ سعادت علی خاں نے انگریزوں کی کوششوں سے دوبارہ اودھ کی حکومت کو حاصل کیا، اسی لیے تو حکومت اودھ نے اودھ کا آدھا حصہ بطور شکرانہ انگریزوں کو دے دیا۔'' 1

1820ء میں ضلع اعظم گڑھ کے کچھ مغربی حصے جونپور میں شامل کر دیے گئے اور کچھ مشرقی حصے غازیپور میں، یہاں تک کہ ضلع اعظم گڑھ 1832ء تک اپنے چھوٹے سے رقبے میں قائم رہا، پھر اس کے بعد یہ علیحدہ شدہ علاقے ضلع اعظم گڑھ کو لوٹا دیے گئے۔ جب اودھ کے آخری نواب کو انگریزوں نے حکومت سے معزول کیا، تو ارادت علی خاں اور دوسرے ذمہ داروں نے درج ذیل منصوبے بنائے:

1۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے عائد کیے ہوئے مالی خراج کو روکا جائے۔

2۔ اعظم گڑھ میں انگریزوں کے قائم کردہ نیل کے کارخانوں پر قبضہ کیا جائے۔

3۔ تمام مقامی منصب داروں کے درمیان باہمی تعاون کی فضا قائم کر کے انگریزی فوج میں خوف و رعب پیدا کیا جائے۔

4۔ بہادر شاہ ظفر کی حکومت کی اطاعت قبول کی جائے اور ٹیکس کی رقم انگریزوں کے بجائے بلا واسطہ بہادر شاہ ظفر کے پاس دہلی بھیجی جائے۔

ان منصوبوں کو مقامی منصب داروں نے اپنے اپنے علاقوں میں نافذ کرنا شروع کیا۔

---

1 گذشتہ لکھنؤ، ص: 77

جب انگریزوں نے ٹیکس کا مطالبہ کیا تو راجہ ارادت علی خاں نے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ٹیکس کی اس رقم کو بلا واسطہ دہلی بھیجیں گے، انگریز گورنر بہت خفا ہوا اور ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا؛ چنانچہ انگریزی فوجیں جونپور میں واقع ارادت علی کے قلعے پر حملہ آور ہوگئیں، ان دنوں ارادت علی خاں مبارک پور پرگنہ ماہل ضلع اعظم گڑھ میں مقیم تھے، انگریزوں نے ان کے قلعے سے ان کے وزیر مہتاب روی کو گرفتار کر لیا اور پھر اپنے تمام جنگی ہتھیار اور توپوں کے ساتھ مبارکپور کی طرف روانہ ہوئے، جب راجہ ارادت علی خاں کو اس واقعے کی خبر ہوئی، تو انھوں نے اپنے دو منصب داروں امر سنگھ اور مخدوم بخش کو انگریزوں کے خلاف جنگ کے لیے روانہ کیا؛ لیکن انگریزی فوج مبارکپور پہنچ چکی تھی، اس نے راجہ ارادت علی خاں کو صلح کی پیشکش کی، ارادت علی خاں اس پر رضامند ہو گئے اور ایک باغ میں صلح اور عہد کے لیے وقت مقرر کیا۔ وقت مقررہ پر ارادت علی خاں اپنے مقامی مشیر کار فصاحت علی خاں اور چالیس دوسرے مصاحبین کے ساتھ طے شدہ مقام پر پہنچے؛ لیکن انگریزوں نے انھیں دھوکا دیا، ارادت علی خاں کو قید کر لیا اور سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ ارادت علی خاں اعظم گڑھ کے پہلے شخص ہیں، جنھیں 1857ء میں انگریزوں نے پھانسی دی۔ [1]

انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں ضلع اعظم گڑھ کو جونپور، غازیپور، اور الہ آباد کی ریاستوں میں جوڑ دیا گیا، اس وقت اعظم گڑھ کی ریاست پر مہابت خاں عرف شاہ اعظم کا قبضہ تھا اور ضلع اعظم گڑھ ترقی اور عروج کی انتہا پر تھا، پھر اس کے بعد 18 ستمبر 1832ء کو اسے ایک مستقل ضلع تسلیم کیا گیا، اس وقت سے جنگ آزادی 1857ء تک ضلع اعظم گڑھ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا، البتہ 1893ء میں گئوکشی کے خلاف ایک زبردست ہنگامہ ہوا تھا۔

---

1 ملخص از ''تاریخ شیراز ہند'' ص 354-356

1920ء میں جب مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کی، تاکہ برطانیہ پر زور ڈالا جا سکے کہ وہ ترکی کے تئیں اپنی سیاست میں تبدیلی لائے، تو مہاتما گاندھی سمیت دیگر برادرانِ وطن نے بھی اس مسلم تحریک کا ساتھ دیا تھا، پھر اس کے بعد مہاتما گاندھی نے 1920ء میں اپنی مشہور تحریک ''عدم تعاون'' شروع کی تو دیار اعظم گڑھ کے لوگوں نے اس تحریک کا بھی زبردست اور پر جوش انداز میں ساتھ دیا۔ اس تحریک کی قیادت سورج ناتھ سنگھ کر رہے تھے اور جس وقت سائمن کمیشن نے 1928ء میں ہندوستان کا دورہ کیا، اس وقت ضلع اعظم گڑھ کے باشندوں نے اس کے خلاف کالی جھنڈیاں اور تختیاں دکھا کر زبردست احتجاج کیا، ان تختیوں پر لکھا تھا کہ سائمن ہندوستان سے لوٹ جائیں۔

13/اکتوبر 1929ء کو مہاتما گاندھی نے ضلع اعظم گڑھ کا دورہ کیا، پچہتر ہزار لوگوں کے جم غفیر نے ان کا استقبال کیا، یہاں مہاتما گاندھی نے اپنی مشہور تقریر کی، جس میں چماروں کو با اختیار بنانے کی ضرورت پر شدت سے اصرار کیا، بدیسی سامانوں کی درآمد پر روک لگانے کا مطالبہ کیا اور ضلع اعظم گڑھ کے باشندوں کے قومی شعور کو بیدار کیا، پھر 26/ جنوری 1930ء کو مہاتما گاندھی نے انڈین نیشنل کانگریس کی طرف سے مکمل آزادی کے حصول کا اعلان کر دیا، اس اعلان کو ضلع اعظم گڑھ کے ہزاروں لوگوں نے دہرایا۔ پھر مہاتما گاندھی نے ستیہ گرہ تحریک کا مارچ 1930ء میں آغاز کیا، اسی بنا پر مہاتما گاندھی گرفتار بھی کیے گئے، جس کی وجہ سے ضلع اعظم گڑھ کے لوگ مشتعل ہو گئے، مقامی ویسلی انٹر کالج کے طلبہ نے اسٹرائک کر دی اور اعظم گڑھ کی پبلک کے ساتھ مل کر انگریزی حکومت کے خلاف زبردست احتجاجی ریلیاں نکالیں۔ اعظم گڑھ کے لوگوں نے ان تحریکوں میں پورے جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا۔ اعظم گڑھ کے باشندوں نے برطانوی سامانوں کا مقاطعہ کیا اور غیر ملکی سامانوں

اور کپڑوں میں آگ لگادی۔ جب مہاتما گاندھی اور ولبھ بھائی پٹیل کو 4/جنوری 1932ء میں انگریزی حکومت نے قید کیا، تو باشندگان اعظم گڑھ نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور کاموں پر جانے سے انکار کردیا، مظاہرے کیے، انگریزی حکومت نے دفعہ 144 نافذ کردی، PAC کا سہارا لے کر حکومت نے ساکنانِ اعظم گڑھ پر دہشت گردی اور لاقانونیت پھیلانے کا الزام لگایا اور اعلان کیا کہ انڈین نیشنل کانگریس غیر قانونی ہے، مہاتما گاندھی نے ستیہ گرہ کی تحریک 1940ء میں تن تنہا چلائی تھی؛ لیکن لوگوں نے بڑی سرگرمی سے ان کی حمایت کی اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ''ہندوستان چھوڑو'' تحریک میں ضلع اعظم گڑھ کے باشندے انگریزوں کے خلاف پیش پیش رہے، اس وقت انگریز افسران ضلع اعظم گڑھ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور کئی لوگوں کو کانگریس کے دفتر سے، جو اعظم گڑھ شہر میں واقع تھا، اٹھالیا اور جیل میں ٹھونس دیا۔ سیتارام استھانا ان گرفتار شدگان میں آگے آگے رہے، پبلک نے سرائے میر اسٹیشن کے قریب تقریباً بیس فٹ تک ٹرین کی پٹری اکھاڑ کر پھینکدی، یہ واقعہ 11 اور 12/اگست کو ہوا تھا، پٹری اکھاڑنے کے بعد یہ لوگ اعظم گڑھ تھانہ پہنچے اور وہاں ترنگا جھنڈا لہرانے کی کوشش کی اور بجلی کے کھمبے اور تار اکھاڑ کر پھینکنے لگے، جب انگریز پولیس نے روکنے کی کوشش کی، تو ان لوگوں نے کئی انگریز سپاہیوں کو پکڑ پکڑ کر کوٹھریوں میں بند کردیا اور ان کے ہتھیار چھین کر اپنے قبضے میں لے لیے، تمام تر پولیس بوتھوں پر قبضہ کرلیا، اس کے بعد انگریزوں نے باشندگانِ اعظم گڑھ میں سے تقریباً 380 لوگوں کو گرفتار کیا۔ ان پر دفعہ 231 عائد کی گئی اور الزام لگایا گیا کہ یہ لوگ ہندوستان سے انگریزوں کو بھگانے کا نعرہ بلند کررہے تھے، پھر وقفے وقفے سے انھیں مختلف جیلوں میں پھانسی کی سزا سنائی گئی، آخر کار 15 اگست 1947ء کو ملک انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہوگیا۔ ضلع اعظم

گڑھ کے باشندوں نے اس دن شاندار جشنِ مسرت منایا۔

ضلع اعظم گڑھ ہندوستان کے ترقی یافتہ ضلعوں میں شمار ہوتا ہے، قدیم زمانے سے یہاں علم وادب اور سیاست کا چرچا رہا ہے۔ یہ ضلع قدرتی بناوٹ اور آب وہوا کے اعتبار سے عام طور پر معتدل ہے۔ ٹونس کی لائی ہوئی مٹی سے پھیلا ہوا میدان ہے، جو کھیتی اور باغبانی کے لیے نہایت موزوں ہے۔ یہاں کی آب وہوا گرمی کے زمانے میں گرم اور خشک ہوتی ہے، بادِ سموم کے جھونکے چلتے ہیں اور عرب کے صحرا کا گمان ہوتا ہے، لیکن برسات آتے آتے یہ آب وہوا بدل کر گرم مرطوب ہو جاتی ہے، موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور جاڑے کے زمانہ میں ٹھٹھرا دینے والی سردی پڑتی ہے، پانی منجمد ہونے کے قریب ہو جاتا ہے۔[1]

1۔ یہ حصہ قدرے تبدیلی کے ساتھ محمد معتصم اعظمی کے ایم فل کے مقالہ سے ماخوذ ہے۔

خاندان اور جائے پیدائش

ڈاکٹر صاحب کا آبائی تعلق اعظم گڑھ کے اعلی طبقے سے ہے، جو اسلامی عہد میں مشرف بہ اسلام ہوا، یہ راجپوتوں کا ایک قبیلہ تھا جسے ''راوت'' کہتے تھے، جب اس قبیلے نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر اس کی مخالفت کرنے لگا، تو خاندان کے دوسرے لوگوں نے، جو ابھی ہندو مذہب پر قائم تھے، انھیں بھگا دیا، ان کی تذلیل کی اور حقارتاً انھیں ''روتارا'' کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ ''روتارا'' ہندی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں حقیر و ذلیل راجپوت۔ اس خاندان کے کچھ لوگ اپنے کو شیخ کہتے ہیں اور کچھ لوگ خان کہتے ہیں۔ خان انگریزوں کا دیا ہوا لقب بھی ہے، انگریزوں نے جس مسلمان کو معزز سمجھا اسے خان کہہ دیا اور جو مسلمان افغانستان اور اس کے قرب وجوار سے آئے تھے، وہ بھی اپنے کو خان کہتے تھے۔ روتارا برادری میں یہ تینوں برادریاں بھی شامل ہیں۔[1]

ڈاکٹر صاحب کا شجرۂ نسب یوں ہے: اورنگزیب اعظمی بن ماسٹر لئیق احمد بن شیخ محمد جنید

---

[1] ''روتارا'' ایک مرکب لفظ ہے، ''راوت'' اور ''ڑا'' سے۔ یعنی راوت ڑا، پھر اس کی صورت بدل کر ''روتارا'' بن گئی۔ دراصل ''راوت'' راجستھان کے راجپوتوں کی ایک شاخ تھی اور لفظ ''ڑا'' تحقیر کا لفظ ہے جو کسی لفظ میں لاحقہ کے طور پر لگایا جاتا ہے اور مراد تحقیر و تذلیل ہوتی ہے۔ مثلاً ''قصابڑا'' یعنی قصاب برادری کا حقیر و ذلیل آدمی۔ اور ''وہابڑا'' یعنی فرقہ وہابیہ کا حقیر و ذلیل شخص اور ''ہیجڑا'' ہیج مخنث کو کہتے ہیں۔

راوت قبیلے کے کچھ لوگوں نے جب اسلام قبول کیا تو برادری کے لوگوں نے انھیں حقیر و ذلیل سمجھ کر ''روتاڑا'' کہا۔ بعد میں بدل کر یہ لفظ ''روتارا'' بن گیا۔ روتارا ضلع اعظم گڈھ کی اونچی برادری ہے، اس برادری میں بڑے بڑے علماء اور دانشور پیدا ہوئے۔ مثلاً: علامہ شبلی نعمانی، امام حمید الدین فراہیؒ اور علامہ اقبال احمد خاں سہیلؒ وغیرہم۔

بن شیخ محمد سمیع۔ ڈاکٹر صاحب کی والدہ کا نام روح افزا ہے، جو شیخ اکرام الدین بن شیخ عین الحق کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا تعلق موضع کوہنڈا سے ہے، یہ لفظ دراصل کوہِ ندا تھا، جو مقامی لہجے میں آکر کوہنڈا ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے دادا شیخ محمد جنید صاحب موضع بیساں کے رہنے والے تھے۔ موضع بیساں ضلع اعظم گڑھ کا ایک مشہور مسلم اکثریتی گاؤں ہے، پھر انھوں نے موضع منڈیار ضلع اعظم گڑھ کو اپنا وطن بنالیا، کیونکہ یہاں انھیں سسرال کی طرف سے ایک بڑی پراپرٹی ملی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا خاندان ہمیشہ سے علم و فضل کے حوالے سے ممتاز رہا ہے، تجارت اور دوسرے اسبابِ معاش پر اس خاندان نے پیشۂ معلمی کو ترجیح دی اور تعلیم و تدریس میں اس خاندان کا شہرہ دور دور تک پھیلا۔ ڈاکٹر صاحب کے والد گرامی ماسٹر شیخ لئیق احمد صاحب فن ریاضیات میں مہارت رکھتے تھے، مزید برآں انھیں انگریزی ادب اور شاعری سے بھی شغف تھا۔ ماسٹر صاحب نے انگریزی میں شاعری بھی کی ہے، جو محفوظ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے دادا شیخ جنید احمد صاحب اردو کے بہترین شاعر تھے۔ ایک مرتبہ جب یہ اپنے کھیت کی بنیا (یعنی کھیت کی کٹائی کے بعد گیہوں یا جو کی جو بالیاں زمین پر گر جاتی ہیں انھیں چننا) کر رہے تھے، تو برادری کے کسی آدمی نے از راہِ مزاح ان سے پوچھا کہ شیخ صاحب کیا کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے برجستہ کہا:

ہنسے کیوں آپ میرے کھیت کی بنیا کے کرنے پر
میں اپنے دل کے ٹکڑے چن رہا تھا اپنے دامن میں

اور حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے میں ربیع اور خریف کی فصلیں ہی سال بھر کے خرچ کا سہارا ہوا کرتی تھیں اور فصل کی گری پڑی بالیاں فی الواقع ایک کسان کے لختِ ہائے جگر کے مانند تھیں۔ شیخ جنید ایک دوسری جگہ کھیتی ہی کی دیکھ بھال کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

معائنۂ گلشن کو ہیں اکثر آتے
معطل کہیں باغباں ہو نہ جائے

شیخ جنید اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کھیتوں کی نگرانی کیا کرتے تھے، اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ان کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

معشوقِ یک چشم نے دھوکا دیا جنید
اقرار کر کے مجھ سے وہ کانا بدل گیا

اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ کوئی انگریز افسر تھا اور وہ کانا تھا، اس نے شیخ کا کوئی کام بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن وقت پر اس نے دھوکا دے دیا اور اپنے وعدے سے مکر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے والد ماسٹر لئیق احمد صاحب اردو اشعار کا انگریزی میں نہایت خوبصورتی اور سلیقہ مندی سے ترجمہ کرتے تھے، مثلاً: اردو کے اس شعر کا انگریزی ترجمہ دیکھئے:

ایک بھی آہ سلیقے سے اگر ہو جائے
رات دم توڑ دے گھبرا کے سحر ہو جائے

If one sigh is made in proper reasonable way,
The night would breath last-There's the dawn of day

اکبر الہ آبادی کے ان دو اشعار کا بھی انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

اونچا نیت کا اپنی زینہ رکھنا
احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
غصہ آنا تو نیچرل ہے اکبر
لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا

To have the intent to lofty end,
To be frank-hearted to the friend
To fly into anger is but natural Akber
But to bear malice is severe fault trend

مندرجہ ذیل شعر کا انگریزی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

مقروض ہو گئے تو پیادے سے ہو بتر
مانا کہ رکھتے ہو فرس راہوار تم

Worse than a pedestrian you are if you owe a loan
Admit that to journey you have a horse of your own

کہاوت پر مبنی ہندی کے اس شعر کا ترجمہ دیکھیں:

جا کے پیر ن نہ پھٹے بوائی
تے کا جانے پیر پرائی

He that suffers not from chiblain
Cannot fully realize other's pain

کچھ اور اردو اشعار کے انگریزی ترجمے ملاحظہ فرمائیں:

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے جو فوراً ٹوٹ جاتا ہے

Se the bubble of the sea, on the sea how it raises its head
But proud is such a bad thing that it at once burst dead

جنکو نہیں تمیز نشیب و فراز کی
وہ سیر کر رہے ہیں ہوائی جہاز کی
اللہ رے انقلاب کہ یہ دنیا بدل گئی
محمود کر رہا ہے غلامی ایاز کی

They who do not distinguish brtween ups and downs
Are travelling by airplane over villages and towns
O God, The world has so changed
That Muhammad has handed over to Ayaz his crowns

سنبھل کے رکھو پاؤں زمیں پر
ہر ذرہ بے جان نہیں ہے

Keep pace carefully on the earth ahead
As every grand of sand is not dead

نزع کا عالم ہے مجھ پر تو اپنی محبت واپس لے
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو بوجھ اتارا جاتا ہے

I am suffering from agony of death, back your love, listen
The load is taken down, the boat is sinking when

کچھ اور بڑھ گئے جو اندھیرے تو کیا ہوا
مایوس تو نہیں ہیں طلوعِ سحر سے ہم

No matter, if the darkness grows darker a bit more,
We are not in tens as day- dawning is but sure

ماسٹر لئیق صاحب کی کئی نظمیں ہمارے سامنے ہیں، جنھیں انھوں نے یوم آزادی کی مناسبت سے کہا تھا، تاج محل پر بھی ان کی ایک نظم موجود ہے، اسی طرح دوسرے قومی موضوعات پر بھی انہوں نے نظمیں کہی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے چچا اور چچازاد بھائی بھی زبان وادب، ریاضیات، طب، ہندسہ، قانون اور دوسرے علمی میدانوں میں شہرت رکھتے ہیں اور اپنے اپنے فنون میں انھیں قبول عام حاصل ہے۔ دیار اعظم گڑھ میں بلکہ اعظم گڑھ سے باہر بھی اس خاندان کو علم وفضل کی

بدولت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی 21/اگست 1977ء کو عالم وجود میں آئے، ان کے نانا نے ان کا نام اورنگزیب رکھا۔ڈاکٹر صاحب سے بڑا ان کا ایک بھائی جو فوت ہو چکا تھا اس کا بھی یہی نام تھا، ڈاکٹر صاحب کے دادھیال والوں نے ان کا نام شاہ نواز عالم رکھا۔ڈاکٹر صاحب کی کنیت ابو محمد ہے۔اہلِ علم وتحقیق کے حلقے میں ابن لئیق اعظمی کے نام سے بھی مشہور ہیں اور اپنے اولین مقالات میں ابن لئیق اعظمی ہی لکھتے تھے، اردو اور فارسی شاعری میں انھوں نے اپنا تخلص بالترتیب زیب اعظمی اور اورنگ اعظمی اختیار کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب اردو کے ساتھ عربی اور انگریزی میں بھی اشعار کہتے ہیں، جن کے کچھ نمونے آیندہ صفحات میں درج کیے جائیں گے۔

ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تعلیم کا آغاز گاؤں کے ''مدرسہ اسلامیہ عربیہ مہربانیہ'' سے کیا۔ جس میں وہ درجہ 'الف' میں داخل کیے گئے تھے؛ لیکن وہاں ایک استاد نے چھڑی سے ان کے سر پر مارا، جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بھاگ نکلے، کچھ مدت گھر رہنے کے بعد ان کی امی نے مدرسہ روضۃ العلوم، پھولپور میں داخلہ کرادیا؛ لیکن وہاں بھی وہ نہ پڑھ سکے، پڑھنے کے بہانے جاتے اور کھیتوں میں وقت گزار کر گھر چلے آتے۔ڈاکٹر صاحب کی والدہ کو بڑا افسوس ہوتا اور وہ ان کی حالت زار پر بہت فکر مند رہتیں؛ آخر کار پھر انھوں نے گاؤں کے پہلے مدرسہ میں درجہ سوم میں داخل کرادیا، لیکن ڈاکٹر صاحب سالانہ امتحان میں فیل ہو گئے، جس کی وجہ سے انھوں نے پھر تعلیم چھوڑ دی اور گھر پر کھیتی باڑی کے کاموں میں یا بکری بھینس چرانے میں لگ گئے اور لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں وقت گزارتے رہے؛ لیکن ان کی والدہ ان کے بارے میں

نہایت فکر مند رہتیں؛ چنانچہ انھوں نے گاؤں کے ایک نیک آدمی حافظ زبیر احمد صاحب سے کہہ سن کر دوبارہ مدرسہ روضۃ العلوم، پھولپور کے مکتب کی دوسری کلاس میں داخلہ کرایا۔ اب کی بار ڈاکٹر صاحب نے محنت کی اور سالانہ امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے، دوسال تک وہاں پڑھا، پھر ان کی والدہ نے ان کا داخلہ 1985ء میں مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر میں کرادیا۔ یہ مدرسہ تربیتِ رجال میں بہت مشہور ہے، یہاں علم وادب کی اچھی تعلیم ہوتی ہے اور ماضی میں بڑے بڑے علما اس کی گود سے تربیت پا کر علم وفن کے آفتاب وماہتاب بنے ہیں۔ مثلاً: مشہور مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی، جید عالم دین اور قرآنی علوم کے ماہر مولانا صدرالدین اصلاحی، طب یونانی کے شناور اور ممبئی میں واقع مشہور عالم اصلاحی دواخانہ کے بانی حکیم مختار احمد اصلاحی، ''اذانِ سحر'' کے تخلیق کار مشہور ومقبول شاعر انور اعظمی، مولانا وحیدالدین خاں جو مشہور اسلامی مصنف ہیں اور عالمی رائٹر کی حیثیت سے تمام دنیا میں ان کی منفرد شناخت ہے۔ ان کی مشہورِ عالم کتاب "الإسلام يتحدى" پوری دنیا میں معروف ومتداول ہے۔ پروفیسر الطاف احمد اعظمی مشہور محقق اور مصنف ہیں، ان کی مشہور تصنیف ''تاریخ طب واطباء دورِ مغلیہ'' ہے، پروفیسر ظفرالاسلام اصلاحی مشہور اسلامی مورخ ہیں، ان کی عظیم المرتبت تصنیف ''اسلامی قوانین کی ترویج وتنفیذ'' ہے۔ ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی ایک اچھے محقق اور ریسرچر کی حیثیت سے تمام علمی حلقوں میں جانے جاتے ہیں، ان کی کتاب "فهرست مصنفات البقائي" شہرت کی حامل ہے۔ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی اقتصادیات کے زبردست عالم ہیں، ان کی کتاب "الفكرة الاقتصادية لابن قيم الجوزية" لاجواب ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ادارہ ہر زمانے میں عبقری شخصیتیں پیدا کرتا رہا ہے، جنھوں نے علم وادب کے مختلف میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

ڈاکٹر اعظمی اسی مدرسے میں مکتب کے تیسرے درجے میں 1985ء میں داخل ہوئے اور 1996ء میں مدرسہ کے شعبہ عربی سے سندِ فضیلت حاصل کی۔ اس مدرسے میں انھوں نے ابتدائی علوم سے لے کر اعلی علوم تک کی تعلیم حاصل کی، اردو زبان وادب، فارسی زبان وادب ،عربی زبان وادب اور انگریزی زبان وادب میں انھوں نے کمال حاصل کیا۔ مختلف علوم پر دسترس حاصل کی، جن میں علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ، مبادی اقتصادیات، سیاسیات، ریاضیات، جغرافیہ، تاریخ الہند، تاریخ العرب، علم عقائد اور علم فرائض وغیرہ شامل ہیں۔

مدرسۃ الاصلاح سے فراغت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ''بی اے'' میں داخلہ لیا اور 1999ء میں گریجویشن کیا۔ ساتھ ہی انھوں نے جدید عربی اور ترجمہ میں ڈپلوما اور ایڈوانسڈ ڈپلوما کی ڈگری حاصل کی۔ پھر انہوں نے عربی زبان وادب میں ''ایم اے'' کرنے کے لیے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں داخلہ لیا، جس کی تکمیل 2001ء میں کی، 2007ء میں "ترجمات القرآن الإنجليزية المختارة- دراسة تحليلية ونقدية" کے موضوع پر انھوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، ان کا یہ تحقیقی مقالہ 2009ء میں مکتبۃ التوبہ، ریاض سے شاندار طباعت کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے۔

اساتذہ

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت سازی میں جس نے سب سے اہم رول ادا کیا، وہ ان کی والدہ ہیں۔ انھوں نے ان کی تعلیم وتربیت پر بڑی دلسوزی سے توجہ دی، انھوں نے ڈاکٹر صاحب کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، ہر اس مدرسہ میں داخل کیا جہاں انہوں نے سمجھا کہ بیٹے کی علمی وادبی تربیت صحیح ڈھنگ سے ہو پائے گی، اس طرح ڈاکٹر صاحب کی ماں

نے اس کہاوت کو سچ کر دکھایا کہ ''ہر عبقری شخصیت کے پیچھے کوئی عورت ضرور ہوتی ہے''۔ ماں کے بعد ڈاکٹر صاحب کی محترم بہن فاطمہ زریں کا بھی ڈاکٹر صاحب کی علمی ترقی اور عروج میں اہم کردار رہا ہے۔ فاطمہ زریں نے ہر مشکل موڑ پر ڈاکٹر صاحب کی حوصلہ افزائی کی اور مالی تعاون سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا۔ ان دونوں شخصیتوں کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کے متعدد اساتذہ نے محنت اور خلوص کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

1۔ والد مکرم ماسٹر لئیق احمد صاحب: انہوں نے بڑی دلسوزی اور توجہ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کو ریاضیات اور انگریزی زبان سکھائی۔

2۔ مولانا عبد الحسیب قاسمی: انہوں نے قرآن کریم کی قرأت اور ناظرہ سکھایا، ان کے بعد حافظ ابرار احمد نے ناظرہ مکمل کرایا۔

3۔ مولوی نیاز احمد: انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو ابتدائی اردو کتابیں پڑھائیں۔

4۔ مولانا عبد الوہاب کوہنڈوی: انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو فارسی زبان و ادب کی تعلیم دی، پھر فارسی کی تعلیم محمد ہاشم مرحوم نے دی؛ جو فارسی زبان کے شاعر بھی تھے۔

5۔ مولوی قمر الدین اصلاحی: انہوں نے اردو کی اونچی کتابیں خاص طور سے مسدس حالی پڑھائی، اس کے علاوہ مولوی قمر الدین مرحوم نے آپ کو جغرافیۂ عالم بھی پڑھائی اور کتابت بھی سکھائی۔

6۔ مولانا محمد ایوب اصلاحی: انہوں نے قران مجید اور اس کی تفسیر پڑھائی اور نقدِ ادب اور اس کے اصول کی تعلیم دی۔

7۔ مولانا محمد صادق کشمیری: ڈاکٹر صاحب نے ان سے عربی نحو و صرف پڑھی، جبکہ

مولانا عامر قاسمی صاحب سے قواعد اللغۃ العربیہ (از حفنی بک ناصف) اور مولانا احتشام الدین اصلاحی سے زمخشری کی المفصل پڑھی۔

8۔ مولانا بدر جمال اصلاحی اور مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی سے عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا بدر جمال اصلاحی نے ڈاکٹر صاحب کی تربیت میں خاص توجہ سے کام لیا۔ ان کی کرم فرمائیاں آج تک ڈاکٹر صاحب پر قائم ہیں۔ ان کی استاذانہ شفقتوں اور عنایتوں میں اب بھی کوئی کمی نہیں آئی۔

9۔ مولانا مفتی محمد شعیب اصلاحی قاسمی، مولانا عبید اللہ قاسمی، مولانا نسیم ظہیر اصلاحی اور مولانا محمد عامر قاسمی سے ڈاکٹر صاحب نے حدیث کا درس لیا۔

10۔ مولانا صلاح الدین اصلاحی سے فن بلاغت میں البلاغۃ الواضحۃ اور قرآن کریم کی ابتدائی سورتوں یعنی سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء اور سورہ المائدہ وغیرہ کی تفسیریں پڑھیں۔

11۔ مولانا ابوالفیض اصلاحی مدنی، مولانا سرفراز احمد اصلاحی ندوی مدنی اور مولانا انیس احمد اعظمی اصلاحی سے ڈاکٹر صاحب نے انشاء، ترجمہ اور قدیم عربی ادب کی تعلیم حاصل کی۔

12۔ ڈاکٹر اقبال احمد سنجری اور جناب نسیم احمد سے انگریزی زبان و ادب کی تعلیم حاصل کی۔

13۔ ماسٹر شاہد شمیم اعظمی اور جناب نسیم اعظمی سے علوم جدیدہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ اصلاح کے اور بہت سے اساتذہ و مدرسین سے مختلف علوم و فنون سیکھے۔

14۔ یونیورسٹیوں کے اساتذہ میں پروفیسر محمد ایوب تاج الدین ندوی، پروفیسر حبیب اللہ خاں ندوی اور ڈاکٹر عبد الماجد قاضی ندوی سے ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ نگاری کا فن سیکھا، عربی نصوص اور عربی میں بحث و تحقیق کی تعلیم حاصل کی۔

15۔ پروفیسر فیضان اللہ فاروقی اور پروفیسر محمد اسلم اصلاحی سے عربی ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ پروفیسر فیضان اللہ فاروقی نے ڈاکٹر صاحب کی ادبی و تحقیقی تربیت میں اہم رول ادا کیا۔

16۔ پروفیسر بشیر احمد جمالی اور پروفیسر سید احسان الرحمن دہلوی سے ڈاکٹر صاحب نے انشاء اور ترجمہ کا ہنر سیکھا۔

17۔اسی طرح ڈاکٹر اعظمی صاحب نے محمد اجمل ایوب اصلاحی، شکیل احمد اعظمی، محمد دانش اعظمی اور پروفیسر نیاز احمد خان مئوی سے بھی استفادہ کیا ہے۔

18۔ڈاکٹر اعظمی صاحب آج بھی پروفیسر عراق رضا زیدی سے فارسی زبان وادب میں استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

کتابوں سے عشق اور ذوقِ مطالعہ

ڈاکٹر صاحب طالب علمی کے زمانے میں ہی کتب ورسائل خریدنے کے بہت شوقین تھے، ایک ایک روپیہ جمع کرتے اور کتابیں خریدتے، کتابوں کے حصول کے لیے وہ بے قرار رہتے تھے، ان کا کتابوں سے عشق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک مرتبہ ان کی والدہ روح افزا صاحبہ نے انھیں اون خریدنے کے لیے سو روپئے دیئے؛ تاکہ ان کے لیے ایک سوئیٹر بنا جاسکے، اس وقت ڈاکٹر صاحب مدرسۃ الاصلاح کے طالب علم تھے، جاڑوں کا زمانہ تھا، سردی میں ٹھٹھرے ہوئے مدرسہ پہنچے، تو انھیں معلوم ہوا کہ علامہ فراہی کی عربی تفسیر ''نظام القرآن'' کا اردو ترجمہ چھپ کر آگیا ہے، طلبہ کے لیے اس کی رعایتی قیمت سو روپئے مقرر کی گئی ہے، انھوں نے فوراً دفتر جاکر سو روپئے میں وہ کتاب خرید لی۔ اس کتاب کا سرورق سرخ رنگ کا تھا، جب ڈاکٹر صاحب اسے اپنے بستہ میں رکھ کر گھر گئے، تو ان کی والدہ نے بستہ کی

طرف نظر اٹھائی اور انہیں ڈانٹنے لگیں کہ کس درجہ بیوقوف ہو، سرخ رنگ کا اون اٹھالائے، یہ تو لڑکیوں کا رنگ ہے، اس رنگ کا سوئیٹر تم کیسے پہنو گے، تمھیں اب تک یہ پتہ نہ چلا کہ مردانہ رنگ کون سا ہوتا ہے، اٹھالائے لال رنگ کا اون؛ لیکن جب یہ ڈانٹ ڈپٹ ڈاکٹر صاحب کی بہن فاطمہ زریں کے کانوں تک پہونچی تو وہ سمجھ گئیں کہ والدہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ تو لال رنگ کی کتاب ہے، اون نہیں، تو کہنے لگیں امی مت ڈانٹئے اورنگ زیب نے کتاب خرید لی، تو برا نہیں کیا، اسے کتاب کا شوق تھا، اچھا ہی کیا، میں پیسے دیتی ہوں، آپ کوئی مردانہ رنگ کا اون کسی سے خرید کر اورنگ زیب کے لیے سوئیٹر بنوا لیجیے۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس زمانہ طالب علمی ہی میں چھوٹا سا ایک کتب خانہ تیار ہو گیا تھا، جس پر انھوں نے اپنے سارے پیسے لگا دیے تھے اور جہاں جہاں سے بس چلا، وہاں سے حاصل کر کے مختلف موضوعات کی کتابیں اپنے اس چھوٹے سے کتب خانے میں جمع کر لی تھیں۔

ڈاکٹر صاحب صرف کتابیں جمع کرنے کے ہی شوقین نہیں تھے، بلکہ وہ کثرت سے مطالعہ بھی کرتے تھے، کتابیں پڑھنے میں وہ دن رات ایک کر دیتے، کبھی بیٹھ کر پڑھتے، کبھی لیٹ کر اور کبھی کھڑے ہو کر۔ اپنے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی کتاب یا عربی کا اخبار رکھتے اور اسے راستہ چلتے پڑھتے رہتے۔ حتی کہ جب وہ سائیکل چلاتے یا کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بھیج دیے جاتے، اس وقت بھی وہ ادھر ادھر دیکھ کر کھیتی کا کام چھوڑ کر کتاب پڑھنے لگتے۔ کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملتا، تو من ہی من میں پڑھے ہوئے الفاظ و معانی دہراتے رہتے۔ مطالعہ کے دوران جب گھر میں عورتوں یا بچوں کا شور و غل ہوتا، تو کتابیں لے کر باغ کی طرف بھاگ جاتے اور کسی درخت پر چڑھ جاتے اور ڈالیوں میں چھپ کر کچھ پڑھتے یا لکھتے۔ مطالعہ کے شوق میں ڈاکٹر صاحب کی دو مرتبہ جان جاتے جاتے بچی۔ لالٹین سرہانے رکھ کر

پڑھتے رہتے، جب تھک جاتے، تو لیٹ کر پڑھتے اور پڑھتے پڑھتے نیند کا غلبہ ہو جاتا تو اسی حالت میں سو جاتے۔ ایسے میں کئی بار لالٹین گری اور تکیہ چادر میں آگ لگ گئی، پھر بڑی مشکل سے آگ بجھائی گئی، گھر کے لوگ ڈانٹنے لگے کہ اتنا بھی نہیں پڑھنا چاہیے، آخر ہوم ورک کتنا رہتا ہے؛ لیکن یہاں صرف ہوم ورک ہی کی بات نہیں تھی، جو بھی عربی کی دلچسپ کتاب مل جائے، اسے دن رات پڑھنا ڈاکٹر صاحب کا مشغلہ تھا۔ جب یہ کیفیت ڈاکٹر صاحب کی مہربان ماں نے دیکھی، تو ان کے لیے ایک گیس کا چراغ خرید دیا، اس کے بعد لالٹین کے گرنے کا خطرہ نہیں رہا۔

عملی میدان میں

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب کا تقرر یونیورسٹی کے شعبۂ عربی وافریقی دراسات میں بحیثیت گیسٹ لیکچرر ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہاں چھ سال تک پڑھایا، پھر ان کی تقرری وشو بھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن، مغربی بنگال کے شعبۂ عربی، فارسی، اردو و اسلامیات میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے ہو گئی۔ جس سے وہ جون 2009 میں وابستہ ہوئے اور عربی، فارسی، اور اردو زبان و ادب و اسلامیات کی تعلیم دینے لگے۔ ڈاکٹر صاحب ان تینوں زبانوں کے علاوہ اسلامیات میں کمال اور مہارت رکھتے ہیں، پھر انھیں جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی میں عربی زبان و ادب کے شعبہ میں بحیثیت اسسٹینٹ پروفیسر منتخب کر لیا گیا اور آٹھ جولائی 2014 سے وہ یہاں درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب ایڈیٹر اور سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کئی عربی اور اردو مجلوں میں کام کر چکے یا کر رہے ہیں۔ مثلاً: سالانہ مجلہ ''شعاع''، سہ ماہی مجلہ

''اصلاح''، ''سالانہ مجلہ ''مدرسۃ الاصلاح''، سالانہ مجلہ ''نقوش'' اور سہ ماہی ''مجلۃ الہند''۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب سرکاری عربی مجلہ ''ثقافۃ الہند'' کی تیاری اور ترتیب میں اس کے اڈیٹر ڈاکٹر رضوان الرحمن کی معاونت بھی کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے ایک ششماہی مجلہ ''الشروق'' کے نام سے نکالنا شروع کیا تھا، اس کے تمام مقالات ڈاکٹر صاحب ہی لکھتے تھے۔[1]

تصنیف وتالیف کا شوق

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی لڑکپن ہی سے تصنیف وتالیف اور ترجمہ وشعر گوئی کی طرف مائل تھے، ڈاکٹر صاحب کے استاذ ماسٹر اقبال احمد سنجری لکھتے ہیں:

> ''اورنگ زیب اعظمی نے مضمون نگاری اور تصنیف وتالیف کا کام مدرسۃ الاصلاح کی طالب علمی ہی کے زمانے سے شروع کر دیا تھا، وہ اپنے ہم درس ساتھیوں میں سب سے نمایاں اور ممتاز رہتے تھے۔''[2]

ڈاکٹر صاحب نے ابھی عمر کی پہلی دہائی بھی ختم نہ کی تھی کہ شعر کہنا شرع کر دیا تھا، اولین فارسی نظم، اللہ تعالی کی حمد کے موضوع پر ہے، وہ طلبہ مدرسۃ الاصلاح کے سالانہ مجلہ میں شائع ہوئی تھی:

حمد زیبا بحق تعالی را — آنکہ داد علم وعقل بندہ را
ہست یکتا و لا شریک لہ — کس رسیدش نہ اُوج بالا را
کرد تخلیق ہر چہ در عالم — مرتبہ داد بر ہمہ ما را

---

1 یہ مجلہ ڈاکٹر اعظمی نے اس وقت نکالا تھا جب وہ مدرسۃ الاصلاح میں درجہ پنجم عربی کے طالب علم تھے اور یہ دو سال تک برابر نکلتا رہا۔

2 سہ ماہی نظام القرآن، 79/2/3

بہر اصلاح ما خطا کاراں　کرد نازل کتاب سیپارا

بے پدر کرد او پسر پیدا　کرد جاری ز سنگ چشمہ را

بر براہیم آتش افگندہ　کرد موج نسیم شعلہ را

وجہ تسکین جاں کن اے یارب　حمد او رنگ نا شکیبارا [1]

جب شعبۂ عربی کے دوسرے درجہ میں پہنچے تو "أمثال آصف الحكيم" کے طرز پر ایک کتاب لکھی، اس کا نام "موطأ الامثال" رکھا۔ یہ کئی اجزاء میں ہے، مگر اس کتاب کو وہ مکمل نہ کر سکے، دوسرے ہی جز تک کام ہو سکا، اس کے ہر جز میں مشہور مثلوں کی روشنی میں سو سو حکایتیں ہیں۔ پہلے جز کے دیباچہ میں مصنف حمد وصلوۃ کے بعد لکھتے ہیں:

> ''اس کتاب کو میں نے اپنی عمر کے ابتدائی دنوں میں لکھا ہے، جب کہ میں درجہ دوم عربی کا طالب علم تھا، اس کتاب کا نام موطا الامثال رکھا ہے، اسے کئی اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ خاص طور سے طلبہ کے لیے سہل ترین اسلوب میں اسے تحریر کیا ہے۔ آخر میں خدا سے دعا ہے کہ وہ طلبہ کے لیے اس کتاب کو مفید بنائے۔'' [2]

ڈاکٹر صاحب نے پہلا مقالہ اردو زبان میں لکھا، جو روزنامہ آواز ملک میں شائع ہوا تھا۔ یہ مقالہ ڈاکٹر صاحب کے دوست اور ہم جماعت محمد یونس اعظمی کے اس اعتراض کے رد میں لکھا گیا جس میں انھوں نے علامہ حمید الدین فراہی کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا تھا جن سے معلوم ہوتا تھا کہ علامہ فراہی علومِ جدیدہ کی تعلیم کے قائل نہیں ہیں۔ اگر چہ ڈاکٹر صاحب کا یہ اولین مقالہ تھا، لیکن انھیں دنوں ان کے کئی ایک قلمی مقالات مجلہ ''شعاع'' قلمی

---

[1] سالانہ مجلہ مدرسۃ الاصلاح، شمارہ: 3، ص: 137 (1990ء)

[2] مؤطأ الامثال، جزء اول، ص 1

میں چھپے۔اس مجلّے کے ڈاکٹر صاحب مدیر بھی تھے،اس زمانے میں چھپنے والے مقالوں کے عناوین یہاں درج کیے جاتے ہیں:

1۔ اداریہ،ص 7-8
2۔ حمد باری تعالیٰ میں دو نظمیں،ص13-14
3۔ علامہ حمید الدین فراہی اور علم تفسیر،ص15-24
4۔ غزل،ص36
5۔ غزل،ص89
6۔ غزل،ص80
7۔ انور اعظمی،بحیثیت شاعر اور مصلح،ص81-110
8۔ غزل،ص128
9۔ علم وعلماء اور تعلیم،ص129-134
10۔ اسباق النحو،تبصرہ،ص135-138

یہ تمام مقالات،نظمیں اور غزلیں اردو زبان میں ہیں،سوائے ایک نظم کے،جو فارسی میں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے دو اہم مقالے سالانہ مجلہ ''ضیاء'' میں شائع ہوئے۔یہ ایک قلمی مجلہ تھا جسے مدرسۃ الاصلاح کے چہارم عربی کے طلبہ نے نکالا تھا۔اس مجلّے میں ڈاکٹر صاحب کی ایک غزل بھی شائع ہوئی تھی۔اسی طرح ان کے بتیس مقالے،ترجمے اور تبصرے ششماہی مجلہ ''الشروق'' میں بھی چھپے۔

سب سے پہلا مطبوعہ عربی مقالہ ندوۃ العلماء کے عربی ترجمان ''البعث الاسلامی'' نے

شائع کیا۔ یہ مقالہ قرآن مجید میں تکرار اور آدم وابلیس کے قصہ پر مشتمل ہے۔ یہ مقالہ تین قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے اور بہت سے مقالے ملک کے مختلف عربی مجلوں میں چھپے۔ مثلاً سہ ماہی المظاہر، سہ ماہی ثقافۃ الہند، سالانہ مجلہ مدرسۃ الاصلاح، ماہنامہ النہضۃ الاسلامیۃ، ماہنامہ صوت الامۃ، ماہنامہ الداعی دارالعلوم دیوبند، ہفتہ وار Radiance اور سہ ماہی Indian Horizon۔ ان مقالات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1- التكرار في القرآن وقصة آدم والشيطان (ترجمة-الحلقة الأولى)، مجلة "البعث الإسلامي"، 40/3/20-25

2- التكرار في القرآن وقصة آدم والشيطان (ترجمة-الحلقة الثانية) مجلة "البعث الإسلامي"، 40/4/20-24

3- التكرار في القرآن وقصة آدم والشيطان (ترجمة-الحلقة الثالثة) مجلة "البعث الإسلامي"، 40/5/21-26

4- التفسير بالرأي والتفسير المأثور عند الإمام الفراهي (ترجمة)، مجلة "البعث الإسلامي"، 40/10/22-32

5- الجانب الاقتصادي في فكر الإمام الفراهي (ترجمة)، مجلة "المظاهر"، 1/4/31-38

6- موقع البسملة في أوائل السور (ترجمة)، مجلة "المظاهر"، 2/2/46-53

7- دراسة الكتب السماوية والعلامة حميد الدين الفراهي (ترجمة)، مجلة "البعث الإسلامي"، 42/10/39-47

8- تطوّر الفقه الإسلامي في شبه القارة الهندية (ترجمة)، مجلة "ثقافة الهند"، 45-38/1/49

9- علم الحديث الشريف في شبه القارة الهندية (ترجمة)، مجلة "البعث الإسلامي"، 53-42/9/43

10- الإمام عبد الحميد الفراهي وكتابه "أساليب القرآن"، "مجلة مدرسة الإصلاح"، 14-2/1994

11- حقيقة الصبر، مجلة "المظاهر"، 23-22/2/1

12- حقيقة التوبة، "مجلة مدرسة الإصلاح"، 32-21/1995

13- الشاه ولي الله الدهلوي وكتابه "حجة الله البالغة"، مجلة "البعث الإسلامي"، 84-76/9/41

14- حقيقة الدعاء في ضوء القرآن الكريم، مجلة "النهضة الإسلامية"، 30-20/3/1

15- نظرة في خطبة حجة الوداع، مجلة "صوت الأمة"، 56-44/3/28

16- سياسة النبي تجاه القيم الجاهلية، "مجلة خدابخش الشرقية العامة"، 236-221/109

اردو وانگریزی زبان میں ان کے درج ذیل مقالات اور ترجمے شائع ہوئے ہیں:

1- The Development of Islamic Law in sub-continent, Radiance، xxx، 9ص ،18-17

2- The Development of Islamic Law in sub-continent Radiance ،xxx، 11ص،17

3- Muslims of Poland PastPresent، Radiance، xxx، 26، ص

18-16

4- Muhammad as a Teacher of Ethics، Radiance," The Prophet who changed the World"

5- Shukr, its Realty، Radiance، xxxvi، 8، ص5-4

6- Shukr, its Reality، Radiance، xxxvi، 9، ص5-4

7- The Status of Hindus Administrative Apparatus of Delhi Sultanet ،Indian Horizons،47/4/31-41

8- Dog Star، سالانہ مجلہ مدرستہ الاصلاح، 11-14/1995

اورفارسی زبان میں ان کے درج ذیل نظم اور مقالے شائع ہوئے ہیں:

1- حمد باری تعالی، سالانہ مجلہ مدرستہ الاصلاح، 1990/137

2- مولانا نجم الدین اصلاحی اوران کی فارسی دانی، ماہنامہ دارالعلوم، 1/11-12/87-91

اوراردوزبان میں ان کے درج ذیل مقالے اور ترجمے شائع ہوئے ہیں:

1- حروف مقطعات، علماء ومفکرین کی آراء کا ایک تنقیدی جائزہ، سالانہ مجلہ مدرستہ الاصلاح، 1995/33-69

2- پولینڈ کے مسلمان، ماضی، حال اور مستقبل، ماہنامہ زندگی نو، 26/10/25-31

3- ہندوستان کی ہندو مسلم تنظیمیں، ایک تقابلی مطالعہ، مجلہ زادسفر، اپریل 2000ء، ص 11-25

4- کشمیر میں علمی سرگرمیاں عہد قدیم کے آئینہ میں، مجلہ زندگی نو، 29/8/29-48

5- علم کی اہمیت، مجلہ رفیق منزل، 1992/24

6- امام فراہی اور خطبۂ کتاب، ماہنامہ ترجمان دارالعلوم جدید، 11/2/49-55

7۔ روزہ تاریخ کی روشنی میں، روزنامہ سہارا، 2001ء/11/18، ص2

اس کے علاوہ بہت سی اردو نظمیں اور غزلیں ہندوستان کے مختلف اردو رسائل و جرائد میں شائع ہوئیں۔

انگریزی میں سب سے پہلی کتاب The Handy Concordance of the Qur'an ہے۔ یہ کتاب مطبع Goodwords، نظام الدین، نئی دہلی سے 2001ء میں شائع ہوئی اور ان کی اردو میں سب سے پہلی کتاب ''مبادی تدبر قرآن'' کی تحقیق و تخریج ہے۔ یہ البلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی سے 2002ء میں شائع ہوئی اور عربی کی سب سے پہلی کتاب جو شائع ہوئی اس کا نام ہے "الأيام: دراسة تعريفية تحليلية نقدية" یہ مطبع اشاعت اسلام، دہلی سے 2002ء میں شائع ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی پہلی کتاب جو کسی عرب ملک سے شائع ہوئی اس کا نام "حركة الترجمة في العصر العباسي" ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے اور دار الحرف العربی، بیروت سے 2005ء میں شائع ہوئی ہے۔

اسلوبِ نگارش

ڈاکٹر صاحب اپنی تحریروں میں سلاست اور سادگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی عبارت خواہ عربی میں ہو یا اردو یا انگریزی، ہمیشہ سلیس اور رواں اسلوب میں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو ترجمہ نگاری میں کمال حاصل ہے اور انھوں نے بہت سے عربی مقالات کا اردو اور اردو تحریروں کا عربی ترجمہ کیا ہے، اس کے علاوہ ان کی اوریجنل تحریریں بھی ملک کے موقر اردو رسائل و مجلّات میں شائع ہوئی ہیں۔ ان کا اسلوبِ تحریر نہایت سنجیدہ، معروضیت پر مبنی اور سلیس ہے، وضاحت اور سادگی ان کی تمام تحریروں کا نمایاں وصف ہے، چاہے ان کے

عربی مضامین ہوں یا اردو، وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے ہیں کہ طرزِ تحریر میں کسی قسم کی پیچیدگی اور الجھاؤ نہ آنے پائے، صاف شفاف اسلوب، واضح الفاظ کے ذریعے اپنی مراد کو بیان کرنا ان کا خاصہ ہے۔ یہاں ہم ان کی تحریر کے کچھ نمونے درج کرتے ہیں:

ڈاکٹر صاحب فضیلت کی ڈگری کے لیے لکھے گئے اپنے مقالے میں رقم طراز ہیں:

"إن هناك دلائل كثيرة على وجود النظم في القرآن ولكن يطول بذكرها المقال فأذكر منها دليلًا سيكون قاطعًا ساطعًا۔

إذا نظرنا في تحديات القرآن وجدنا أنه أولًا تحدّى العرب: هاتوا مثل هذا القرآن إن كنتم صادقين في اعتراضكم، فلما عجزوا عن ذلك تحدّاهم ثانية بإتيان عشر سور مثله ولكنهم حين لم يأتوا بها وعجزوا عنه تحدّاهم ثالثة أن يأتوا بسورة واحدة مثله فقط ولم يتحدهم دون ذلك۔

وهنا ينشأ سؤال: لم لم يتحدّ القرآن بإتيان آية واحدة فقط؟

للإجابة عن هذا السؤال نقول: إذا تدبرنا وأمعنّا النظر في القرآن لا يسعنا إلا الاعتراف بوجود النظم فيه وذلك أن القرآن لم يتحدّهم إلا أن يأتوا بسورة منظمة كإحدى سوره وإلا كان فيهم من يجد فيه القدرة على أن يأتي بجمل مبعثرة لا نظام لها۔

ولا أبين دليل وأوثق برهان على وجود النظم في القرآن

من أن نعمد إلى خطبة بليغة مشتملة على الترغيب والترهيب والحكمة والمثل والاستدلال والحجة ثم نسلّ عنها النظام ونقدّم ونؤخّر من غير مراعاة مواقعها فإذًا ننظر كيف ذهب عنها أكثر ما فيها من التقريب بين الدعوى ودليلها والتدريج من المقدمات إلى الأغراض والتوضيح لما يقتضيه وكل ما فيها من حسن البيان وكمال البلاغة وكل ما يشير إليها من المقاصد والفوائد أو حل شبهة ناشئة أو إشارة إلى معارف تاريخية أو أخلاقية أو حكمية ربما يكون بعضها أصلًا لمعارف جمة وأصول مهمة فإن خلّيْنَاها عن نظامها ربما تعود إلى قريب من الهذيان۔

فالترتيب هو أصل ماهية كل شيء وحقيقة وجوده ولا يكون الكلام ذا معان وحكم وحجج ومقدمات إلا بعد أن يكون منظمًا بنظام بديع وصدق الإمام الفراهي: "إن الكلام إنما هو بنظامه" ۔ [1]

ترجمہ: ”وجودِ نظمِ قرآن پر بہت سارے دلائل موجود ہیں، لیکن ان کے ذکر کرنے سے خواہ مخواہ مضمون طویل ہوگا۔ میں صرف ایک دلیل پیش کروں گا، جو انشاء اللہ قاطع وقوی ہوگی۔ جب ہم قرآن کے چیلنج کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرآن نے سب سے پہلے عربوں کو چیلنج کیا تھا کہ تم قرآن جیسی کوئی مثال لاؤ اگر تم اپنے اعتراض میں سچے ہو، جب عرب

[1] إعجاز القرآن الكريم، ص 99

عاجز رہے تو دوبارہ قرآن نے چیلنج کیا کہ کم سے کم دس ہی سورہ اس جیسی لاؤ، لیکن جب وہ نہیں لا سکے اور عاجز رہ گئے تو قرآن نے ان سے قرآن کے مثل ایک سورہ لانے کا مطالبہ کیا، لیکن جب وہ اس سے بھی عاجز رہے، تو پھر قرآن نے انھیں کوئی اور چیلنج نہیں دیا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے ان سے پھر قرآن جیسی ایک آیت لانے کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب ہم یوں دے سکتے ہیں کہ جب ہم قرآن پر غور وفکر کرتے ہیں اور امعان نظر سے کام لیتے ہیں تو ہمیں قرآن میں وجود نظم کا معترف ہونا پڑتا ہے اور یہ اس لیے کہ قرآن نے ایک منظم سورہ ہی لانے کا ان سے مطالبہ کیا تھا، ورنہ عربوں میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس کی قدرت رکھتے تھے کہ منتشر اور غیر منظم کلام پیش کر دیں اور قرآن میں وجود نظم کی اس سے بہتر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ جب ہم ایک فصیح وبلیغ تقریر دیکھنا چاہتے ہیں جو ترغیب وترہیب، حکمت وامثال اور حجت واستدلال پر مشتمل ہو۔ پھر ہم تقریر میں نظم سے غافل ہو جائیں اور جسے پہلے کہنا تھا اسے بعد میں کہیں اور بعد میں کہنے والی بات پہلے کہہ دیں۔ مواقع کی کچھ رعایت نہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ دعوی اور دلیل میں کتنا فرق ہو گیا اور مقدمات سے بتدریج اعراض اور وضاحت کس قدر مشکل ہو گئی اور کلام کا حسنِ بیان اور کمالِ بلاغت ختم ہو گیا اور قرآن مجید نے جو کچھ مقاصد وفوائد کی طرف اشارے دیے ہیں یا شبہ کا حل پیش کیا ہے یا تاریخی، اخلاقی، اور فلسفیانہ معارف کی طرف اشارہ کیا ہے سب غارت ہو کر رہ گیا، بسا اوقات ان آیات میں سے بعض آیتیں تمام معارف اور اہم اصولوں کی بنیاد ہوتی ہیں۔ اگر ہم انھیں نظام سے ہٹا دیں تو

یہی آیات بکواس بن کر رہ جائیں گی۔

ہر ایک چیز میں ترتیب ہی اصل ہے اور اس چیز کے وجود کی حقیقت ترتیب ہی سے بنتی ہے۔ یہی حال کلام کا ہے وہ اپنی منظم شکل ہی میں بامعنی، پر حکمت اور مدلل ہو سکتا ہے۔ بغیر اچھوتے نظام کے کوئی بھی کلام بامعنی اور پر رونق نہیں ہو سکتا۔ علامہ حمید الدین فراہی نے سچ کہا ہے: "إن الكلام إنما هو بنظامه" کہ کلام کا وجود اس کے منظم ہونے سے ہے۔'' [1]

ڈاکٹر صاحب اپنی مایہ ناز تصنیف ''حركة الترجمة في العصر العباسي'' میں رقم طراز ہیں:

"ظهرت حركة الترجمة – كما ذكرنا آنفًا – إلى حيّز الوجود في العصر الجاهلي، فقد تمت فيه ترجمة الكتب الدينية إلى العربية، فينبغي لنا أن نقول إن هذه الحركة كانت حركة خاصة بنشر الدين وتعاليمه، ولم يكن العصر النبوي متميّزًا عنه، فالترجمة في ذلك العصر أيضًا كانت ترجمة دينية، إلا أن عصر الخلفاء الراشدين والعصر الأموي يختلفان كليًا عن هذين العصرين الجاهلي والنبوي، ففي عصر عمر بن الخطاب أخذ عمرو بن العاص معلومات عن فيلسوف يوناني، وفي العصر الأموي ترجم لمعاوية وخالد ومشام وغيرهم من الخلفاء كتب قيّمة نظرًا لذوقهم الخاص أو لحاجات فردية، فالعصر الجاهلي والعصر النبوي يتميزان بترجمة الكتب الدينية لنشر الدين وتعاليمه

[1] ایضاً، ص:99

فيما يتميّز عصر الخلفاء والعصر الأموي بمحاولات فردية فالحكومة لم تقدّم أي عناية إلى ہذا الأمر إلا في ترجمة الدواوين فإنها مستثناة عنها۔

أما العصر العباسي فهو في الحقيقة عصر نشأت فيه حركة عظيمة للترجمة، حركة رغب فيها خلفاء الدولة، كما أن العامة أيضًا لم تتأخر عن مواكبة الدولة، فهذا العصر يتميز بالمحاولة الاجتماعية، وكان العصر الأموي أيضًا مقصورًا على ترجمة العلوم العملية كالصنعة والطب والنجوم، أما العصر العباسي فقد تعدّى إلى العلوم العقلية كالمنطق والفلسفة والهندسة حتى الخرافات"۔ [1]

ترجمہ: ترجمہ کی تحریک جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں دور جاہلیت کے بعد وجود میں آئی، اس دور میں دینی کتابوں کے عربی ترجمے ہوئے، مناسب ہے کہ ہم اسے یوں کہیں کہ ترجمہ کی یہ تحریک دین اور دینی تعلیمات کی نشر واشاعت کی تحریک تھی، دور نبوی اس سے کچھ الگ نہیں ہے، کیونکہ اس دور میں بھی دینیات ہی کے ترجمہ ہوئے ہیں۔ مگر خلفائے راشدین کا زمانہ اور اموی دور اس سے الگ ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد میں عمرو بن العاصؓ نے یونانی فلسفہ کے سلسلے میں بہت سی معلومات اخذ کیں اور اموی دور میں حضرت امیر معاویہؓ، خالد اور ہشام اور ان کے علاوہ دیگر اموی خلفاء کے لیے بہت سی نادر اور دلچسپ کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ خلفاء کے ذوق کے پیش نظر اور دوسری انفرادی ضرورتوں کی بنا پر یونانی اور مصری کتابوں کے ترجمے بڑے

[1] حركة الترجمة في العصر العباسي،ص28-29

اہتمام سے اس دور میں ہوئے ہیں۔ہاں جاہلی دور اور نبوی دور، دینی کتب کے ترجمے کی بنا پر ممتاز ہیں۔ان دونوں ادوار میں دین اور دینی تعلیمات کی نشر و اشاعت مقصود تھی۔خلفائے راشدین کے دور اور اموی دور میں انفرادی طور پر ترجمے کا کام ہوا ہے۔حکومتی پیمانے پر سوائے دواوین ودفاتر کے ترجمے کے اور کوئی کام نہیں ہوسکا۔

البتہ عباسی دور ہی فی الحقیقت وہ زمانہ ہے کہ جس میں ترجمے کی زبردست تحریک چلی، اس تحریک میں خلفائے عباسیہ نے بڑے ولولے کے ساتھ حصہ لیا۔عوام نے بھی پوری دلچسپی سے اس کام میں حکومت کا ساتھ دیا۔ یہ دور اجتماعی طور پر ترجمے کے کام کو آگے بڑھانے میں امتیازی شان رکھتا ہے۔اموی دور میں صرف عملی علوم کے ترجمے ہوئے ہیں، جیسے صنعت، طب اور نجوم وغیرہ۔لیکن عباسی دور میں ترجمہ کا کام اس سے تجاوز کر کے عقلی علوم تک پہنچا۔مثلاً منطق، فلسفہ اور ہندسہ وغیرہ۔یہاں تک کہ اساطیر وخرافات بھی ترجمہ کی گئیں۔ [1]

ڈاکٹر صاحب اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ (جو کتابی شکل میں ریاض، سعودی عرب سے چھپا ہے) میں لکھتے ہیں:

"امتثالًا بأمر الرسول "فليبلغ الشاهد الغائب" ونظرًا لبشراه "نضّر الله عبدًا سمع مقالتي فوعاها ثم أدّاها إلى من لم يسمعها" قام الصحابة الكرام ومن تبعهم بإبلاغ رسالة النبي محمد صلّى الله عليه وسلّم إلى من لم يحظ بها من بقية العالم، كما أوصوا خلفهم بأن يواصلوا هذه العملية ويستمروا في تأدية الهدى الرباني إلى كافة البشر في كل أنحاء العالم وبفضل جهود

[1] ایضاً ص:29-28

هؤلاء وصلت الرسالة الإلهية إلى أيدي كافة الناس۔
أول من تلقى هذه الرسالة من النبي صلّى الله عليه وسلّم كانوا عربًا فكانت الرسالة بلغتهم، ثم بلّغها العرب إلى الأمم الأخرى فكانوا لا يعرفون هذه اللغة خير معرفة فاحتاجوا إلى ترجمتها إلى لغاتهم، وأول من قام بهذه العملية المباركة هو سلمان الفارسي الذي ترجم سورة الفاتحة إلى اللغة الفارسية، ثم تبعها الآخرون فبرزت إلى حيّز الوجود ترجمات لا تحصى لهذه الرسالة الربانية، القرآن الكريم، ولا تزال تصدر ترجمات حتى هذه الأيام لأننا نسمع كل يوم عن صدور كتاب جديد لترجمة القرآن الكريم، سواء كانت الترجمة بأقلام المسلمين وغير المسلمين من الذين عرفوا قيمة هذا الكتاب وأثره في حياة المسلمين، فهو كلام الله الخالد فوق هذه الأرض، وللحقيقة فهو أوّل كتاب تهافت على ترجمته هذا القدر من العلماء والكتّاب"۔ [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''فليبلغ الشاهد الغائب'' (حاضر کو چاہیے کہ غائب تک بات کو پہنچادے) پر عمل کرتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ''نضّر الله عبدًا سمع مقالتي فوعاها ثم أدّاها إلى من لم يسمعها'' (ترجمہ: اللہ تعالی اس بندے کو شاد و آباد رکھے جس نے میری باتوں کو سنا پھر اسے محفوظ کیا اور پھر اسے ان لوگوں تک پہنچایا جنھوں نے اسے نہیں سنا تھا) کے پیش نظر صحابہ کرام اور تابعین کرام رحمهم الله نبی

[1] ترجمات معاني القرآن الإنجليزية دراسة نقدية وتحليلية،ص:61

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو دنیا کے ان تمام لوگوں تک پہنچانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو نہیں سنا تھا۔

ان بزرگوں نے اپنے اخلاف کو بھی وصیت کی کہ اس عمل کو آگے بڑھاتے رہیں اور ربانی ہدایت کو تسلسل کے ساتھ تمام عالم انسانیت تک پہنچائیں۔ ان حضرات کی کوششوں کی بدولت خدائی پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے اس پیغام خداوندی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا، وہ عرب تھے اور خدائی پیغام انہی کی زبان میں تھا، پھر اس پیغام کو عربوں نے دوسری قوموں تک پہنچایا، یہ قومیں عربی زبان سے ناآشنا تھیں، انھیں خدائی پیغام کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ سب سے پہلے جس نے ترجمے کے اس مبارک کام کا آغاز کیا وہ حضرت سلمان فارسیؓ ہیں۔ جنھوں نے سورہ فاتحہ کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا، ان کے بعد پے بہ پے دوسرے لوگوں نے ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا، اس طرح خدائی پیغام کے بے شمار ترجمے ہوئے اور تاہنوز مختلف عالمی زبانوں میں قرآن پاک کے ترجمے ہو رہے ہیں، ہم ہر روز قرآن کریم کے نئے ترجمے کی خبر سنتے ہیں، یہ ترجمے مسلمانوں کے قلم سے بھی ہوئے ہیں اور ان غیر مسلمین کے قلم سے بھی، جنھوں نے اس کتاب کی قدر و قیمت کو پہچانا اور مسلم معاشرے میں قرآن کریم کی اہمیت کو سمجھا، قرآن کریم اس کوکبِ ارضی پر خدا کا آخری اور جاودانی کلام ہے، چنانچہ دنیا کی یہ وہ پہلی کتاب ہے، جس کے ترجمے پر علماء اور مصنفین نے اس درجہ اہتمام کے ساتھ توجہ دی ہے۔ [1]

---

[1] ایضاً ص: 61

تصنیفات وتالیفات

ڈاکٹر صاحب اب تک پچاس سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں، لیکن تاہنوز ان میں سے صرف اکتیس چھپ سکی ہیں، یہ کتابیں یا تو ڈاکٹر صاحب نے خود تصنیف کی ہیں یا کسی اور کی تصنیف کا ترجمہ کیا ہے یا تحقیق کی ہے یا تالیف اور ترجمہ میں شرکت کی ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

1۔ القیظ: یہ ڈاکٹر محمد صالح بلوشی کے ناول کا تیسرا حصہ ہے، جو انھوں نے تاریخ مسقط کے بارے میں لکھا ہے، اس ناول میں ڈاکٹر بلوشی نے موسم گرما میں مسقط کی آب وہوا کی تصویر کشی کی ہے، ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب پر نظر ثانی کی ہے اور اسے روز ورڈ بکس، نئی دہلی نے 2015ء میں شائع کیا ہے۔

2۔ مسقط كما شهدها روشنبرغر، دراسة نقدية وتحليلية: یہ کتابچہ پینتیس صفحات پر مشتمل ہے، مسقط میں روشنبرگر نے گھوم کر کیا تاثر لیا یہ رسالہ اسے پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتابچہ میں مستشرقین کے جھوٹ اور فریب سے پردہ اٹھایا ہے اور روشنبرگر کی غلطیوں اور لغزشوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کتابچہ کو شبكة

الألوكة نے 17/فروری 2015ء مطابق 28/4/1436ھ میں شائع کیا۔

3۔ الغالب والمتنبي شاعران كبيران، دراسة مقارنة: یہ کتابچہ 22 صفحے پر مشتمل ہے جسے ڈاکٹر فیضان اللہ فاروقی صاحب، استاد عربی زبان وادب جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی نے لکھا ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اور شبكة الألوكة نے 7/فروری 2015ء مطابق 18/4/1436ھ میں اسے شائع کیا ہے۔

4۔ رحالة هندي في بلاد الشرق العربي، دراسة نقدية: 25 صفحوں کا یہ کتابچہ سفرنامہ روم ومصر وشام کے عربی ترجمے پر تنقید ہے، عربی ترجمے کا نام ہے "رحالة هندي في بلاد الشرق العربي"۔ یہ خالص علمی اسلوب میں تحریر کیا گیا تنقیدی مقالہ ہے۔ اسے بھی شبكة الألوكة نے 28/جنوری 2015ء مطابق 8/4/1436ھ میں شائع کیا ہے۔

5۔ تطوّر الشعر العربي في محافظة أعظم كره، دراسة تحليلية: یہ کتابچہ 48 صفحات پر مشتمل ہے اور ضلع اعظم گڑھ میں عربی شاعری کے ارتقاء اور تاریخ سے بحث کرتا ہے، یہ بات پیش نظر رہے کہ ضلع اعظم گڑھ علم، ادب اور فکر وفن کو بام عروج تک پہنچانے میں پیش پیش رہا ہے اور یہاں سے بے شمار اصحابِ علم وفضل اٹھے ہیں، جن میں سے بعض کا ڈاکٹر اعظمی صاحب نے اس مقالہ کی تمہید میں ذکر کیا ہے۔ یہ مقالہ پچاس عربی شعراء کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ یہ تمام شعراء ضلع اعظم گڑھ میں اپنی عربی شاعری کی وجہ سے نمایاں اور ممتاز رہے ہیں، اس کتابچہ کو شبكة الألوكة نے 7 جنوری 2015ء مطابق 17/3/1436ھ میں شائع کیا ہے۔

6- Standard Arabic Grammar: اس کتاب کے دو حصے ہیں اور انگریزی

زبان میں عربی زبان کے قواعد کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، پہلا حصہ عربی نحو پر مشتمل ہے، جب کہ دوسرا حصہ علم صرف سے متعلق ہے۔ کتاب میں عربی اور انگریزی کہاوتوں کا بھی خوبصورت گلدستہ پیش کیا گیا ہے۔ انگریزی زبان میں عربی گرامر کی یہ اولین جامع کتاب ہے، جس میں مصنف نے عربی زبان کے ہر قاعدے کو شامل کیا ہے۔ یہ کتاب عربی گرامر کی مشہور اردو کتاب اسباق النحو کے طرز پر لکھی گئی ہے، جو 432(240+192) صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے روز ورڈ بکس، نئی دہلی نے 2014ء میں شائع کیا ہے۔

7۔ القاضي أبو المعالي أطهر المباركفوري: یہ معروف اسلامی اہلِ قلم، عالم و مؤرخ قاضی اطہر مبارکپوری کی حیات و خدمات سے متعلق پانچ مقالوں کا مجموعہ ہے، جن میں سے دو مقالے ڈاکٹر صاحب کے ہیں، ایک مقالہ ڈاکٹر ہیفاء شاکری صاحبہ (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی زبان و ادب، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی) کا ہے اور ایک مقالہ مولانا زین العابدین اعظمی کا ہے جس کی تعریب شاہد اعظمی صاحب نے کی ہے اور آخری مقالہ فہرست پر مشتمل ہے جسے برادر عزیز محمد عبداللہ نے تیار کیا ہے۔ ان مقالوں کی جمع و ترتیب کا فریضہ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے انجام دیا ہے۔ پورا مجموعہ 127 صفحات پر محیط ہے، اس کی اشاعت اصلاحی ہیلتھ کیئر، نئی دہلی کے زیر اہتمام 2014ء میں ہوئی ہے۔

8۔ بعثة أحمد بن النعمان: یہ احمد بن نعمان کے سفر کا تذکرہ ہے، جسے ہیرمان فریڈریک ہلتھسٹ نے انگریزی زبان میں قلم بند کیا تھا۔ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے اس کی دوسری طباعت پر نظر ثانی کی ہے اور مقدمہ لکھا ہے۔ یہ کتاب 121 صفحے پر مشتمل ہے جسے روز ورڈ بکس، نیو دہلی نے 2014ء میں شائع کیا ہے۔

9۔ الخوالي: یہ ڈاکٹر محمد صالح بلوشی کے تاریخ عمان ناول سیریز کا دوسرا حصہ ہے، جو

مسقط کی تاریخ پر مشتمل ہے،اس ناول میں ڈاکٹر بلوشی نے مسقط کے قیام کے بعد کے حالات کی نقشہ کشی کی ہے۔ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب پر نظر ثانی کی ہے،164 صفحات پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت روز ورڈ بکس،نئی دہلی کے زیر اہتمام 2014ء میں ہوئی ہے۔

10۔ الجذور: یہ ڈاکٹر محمد صالح بلوشی کے تاریخ عمان پر ناول سیریز کا پہلا حصہ ہے، جو تاریخ مسقط پر مشتمل ہے،ڈاکٹر بلوشی نے اس ناول میں مسقط کے ابتدائی ایام کی تصویر کشی کی ہے،ڈاکٹر اعظمی صاحب نے اس پر بھی نظر ثانی کی ہے، یہ 132 صفحے پر مشتمل ہے اور اسے روز ورڈ بکس،نئی دہلی نے 2014ء میں شائع کیا ہے۔

11۔ الحجاب: یہ مختلف ہندوستانی افسانہ نگاروں کے اردو افسانوں کا عربی ترجمہ ہے، یہ کل 22 چھوٹے چھوٹے افسانوں پر مشتمل ہے۔اس میں چند افسانے فارسی سے بھی ترجمہ کیے گئے ہیں،ان سب کی تعریب ڈاکٹر اعظمی صاحب نے کی ہے،ان میں سے اکثر ترجمہ شدہ افسانے مجلۃ الہند میں شائع ہو چکے ہیں۔افسانوں کا یہ مجموعہ 160 صفحات پر پھیلا ہوا ہے، چار صفحات پر مشتمل مترجم کا دیباچہ بھی ہے، کتاب کا نام ''الحجاب'' مجموعے میں شامل پہلے افسانے کے عنوان ''حجاب'' سے مستعار ہے۔اسے روز ورڈ بکس،نئی دہلی نے 2013ء میں شائع کیا ہے۔

12۔ المقالات السبع: یہ کتابچہ سات مقالوں پر مشتمل ہے جنہیں گاہے بگاہے ڈاکٹر اعظمی نے لکھا اور یہ ہندوستان کے مختلف رسالوں میں شائع ہوئے تھے،صرف ایک مقالہ جو قرآن کی تشریح میں حدیث نبوی کے رول سے متعلق تھا،وہ کسی رسالے میں نہیں چھپا تھا،اس کی جمع وترتیب جناب محمد عمران علی ملا نے کی ہے (جو ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں)۔یہ مجموعہ 336 صفحات پر مشتمل ہے،اس کی نشر واشاعت الکتاب انٹرنیشنل پریس،

نئی دہلی نے 2013ء میں کی ہے۔

13۔ مسقط في الأربعينيات من القرن العشرين: یہ کتاب دراصل بیسویں صدی کی پانچویں دہائی کے دوران مسقط کے حالات کا ایک مطالعہ ہے۔ مصنف نے متعلقہ موضوع پر اولین مصادر سے استفادہ کیا ہے، نیز انھوں نے مسقط کی تاریخ نگاری میں چشم دید مشاہدات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب کی مراجعت کی اور مقدمہ لکھا ہے۔ کتاب کی ضخامت 128 صفحے ہے، اسے بھی روز ورڈ بکس، نئی دہلی نے 2013ء میں شائع کیا ہے۔

14۔ علامہ ابو محفوظ الکریم معصومی۔ فخرِ بنگال و بہار: یہ 13 مقالوں کا مجموعہ ہے، جو علامہ ابو محفوظ الکریم معصومی کے حالات زندگی اور کارناموں پر مشتمل ہیں، یہ مقالے پہلے اردو، انگریزی اور عربی میں ہندوستان کے مختلف رسالوں میں گاہے بگاہے شائع ہوئے تھے، حسن اتفاق سے یہ مقالے علامہ کی شخصیت اور علمی خدمات پر مشتمل ہیں، ان کی تعریب محترمہ رافعہ اکرام صاحبہ نے کی ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے اس کی جمع وتدوین اور مراجعت کا کام کیا ہے۔ بعض مقالوں کا ترجمہ بھی ڈاکٹر محمد اکرام الدین کے تعاون سے کیا ہے۔ یہ مقالات کتابی شکل میں البلاغ پبلیکیشنز، نئی دہلی سے 2012ء میں شائع ہوئے ہیں۔ کتاب کی ضخامت 151 صفحات ہے۔

15۔ المصادر الهندية للعلوم الإسلامية: یہ مولانا محمود الحسن قیصر امروہوی کی اردو کتاب ''اسلامی علوم کے ہندی مصادر'' کی تعریب ہے، اس کی تعریب وتحقیق کا کام ڈاکٹر اعظمی نے کیا ہے۔ 152 صفحات کی کتاب مترجم کے تمہیدی کلمات سے شروع ہوتی ہے، جو چھ صفحوں پر مشتمل ہیں۔ اس میں قدیم عہد سے لے کر اب تک عرب وہند کے مختلف النوع تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب سید حامد نائب شیخ الجامعہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے

مقدمہ سے مزین ہے، جو 12 صفحات پر مشتمل ہے، اس کے بعد مولانا عبدالمجید ندوی سابق پرنسپل مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کی تمہیدی تحریر ہے، جو 17 صفحات پر مشتمل ہے، یہ تمہید انتہائی جامع اور وقیع ہے اور عربی زبان وادب اور سنسکرت زبان وادب کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالتی ہے۔ اصل کتاب چالیسویں صفحہ سے شروع ہوتی ہے اور 131 ویں صفحہ پر تمام ہوتی ہے، اس کے بعد مصادر ومراجع کی فہرست ہے، پھر عام فہرستیں ہیں جنھیں ڈاکٹر اعظمی نے تیار کیا ہے۔ کتاب میں کل پانچ ابواب ہیں:

ہند قدیم کا پس منظر، وہ ہندوستانی علوم، جنھیں عربوں نے اپنایا، ہندوستانی زبان وادب، علم وفن کے دوسرے میدان، جن میں عرب ہندوستان سے متاثر ہوئے، وہ دانشور اور مصنفین، جنھوں نے ہندوستانی علوم کی طرف توجہ دی اور انھیں عربی میں منتقل کیا۔

یہ ایک جامع کتاب ہے، جس کا نہایت سلیس ترجمہ کیا گیا ہے، اس کتاب کے ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد فضل اللہ شریف تحریر فرماتے ہیں:

> ''مذکورہ کتاب یعنی المصادر الہندیۃ للعلوم الاسلامیۃ مترجم کے کارہائے نمایاں میں شمار ہوگی؛ کیونکہ بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ جدید اسلوب میں انہوں نے کتاب کو مرتب کیا، اصل مواد کی تحقیق کی ہے اور بعض نئی قیمتی معلومات کا اضافہ کیا ہے اور اس کے مقتبسات پر نظر ثانی بھی کی ہے۔ عربی ترجمہ انہوں نے نہایت شستہ اور سلیس کیا ہے اور قیمتی فہرست تیار کی ہے۔ یہ کتاب اپنی نئی شکل اور نئے لباس میں بڑی دلکش اور دلچسپ بن گئی ہے، مزید برآں علمی اندازِ بیان اور جدید تحقیقی اسلوب نے اس کتاب کو اور بھی وقیع اور خوبصورت بنا دیا ہے۔ مترجم نے بڑی کاوش اور مہارت کے ساتھ اس کا عربی ترجمہ کیا ہے، مصنف کے کام سے کسی طرح یہ کام کم نہیں اور یہ کتاب

ہندوستان کے بارے میں جن افکار ومعلومات پر مشتمل ہے، اگر ان کا ترجمہ نہ ہوتا، تو عرب کے لوگ ناواقف اور محروم رہ جاتے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور رواں ہے، قاری کو کسی طرح بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے، بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ کتاب اصلاً عربی زبان میں ہی لکھی گئی ہے۔ اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ کتاب اردو سے عربی میں منتقل کی گئی ہے، یہ مترجم کی فنی مہارت اور رسوخ فی العلم کی دلیل ہے، مصنف کو اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ نگاری میں کمال حاصل ہے، غرضیکہ یہ کتاب اپنے عربی لباس میں قیمتی معلومات کو سمیٹے ہوئے بڑی دلکش اور جاذب نظر بن گئی ہے۔ مترجم، جنھوں نے ترجمہ کا حق ادا کیا اور اس کتاب کے افکار ومعلومات اور پیغام کو عالمِ عرب تک پہنچایا ہے، وہ عزت واحترام اور شکریے کے مستحق ہیں۔ یقیناً علمی دنیا اور خاص طور سے عالم عرب دل کی گہرائیوں کے ساتھ اس کتاب کی قدر کرے گا اور اس کے سلیس ترجمہ اور نئی ترتیب سے محظوظ ہوگا۔ [1]

Gloriuos Movement of Translation in the Abbasside-16 Dynasty: یہ حركة الترجمة في العصر العباسي نامی عربی کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے، اصلاً یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے عربی میں لکھی تھی، یہ انگریزی ترجمہ مزید خصوصیات کا حامل ہے۔ انگریزی ترجمہ مصنف کے حالات زندگی کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، جو مجھ ناچیز کے قلم سے لکھے گئے ہیں، شروع میں مترجم کا پیش لفظ اور دو مقدمے بھی شامل ہیں۔ ایک مقدمہ پروفیسر محمد نعمان خاں نے لکھا ہے اور دوسرا مولانا حفظ الرحمن ندوی کے قلم سے ہے۔ اس کے بعد عباسی دور کی مختصر تاریخ کا ذکر ہے، کچھ نقشہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ انگریزی ترجمہ Islamic Wonders Bureau نے 2011ء میں شائع کیا ہے۔

[1] ایضاً، 182-175/2/2

کتاب کا انگریزی ترجمہ مصنف کے ایک دوست اور مشہور اہل قلم جناب فرید بن عبدالحفیظ نے کیا ہے، جو لبنانی سفارت خانہ، نئی دہلی میں مترجم ہیں۔

17۔ ترجمات معاني القرآن الإنجليزية: دراسة نقدية وتحليلية: یہ کتاب اصلاً ڈاکٹر اعظمی صاحب کا وہ تحقیقی مقالہ ہے، جسے انہوں نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے مرکز الدراسات العربیۃ والافریقیۃ میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا۔ اور 2007ء میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی تھی، یہی مقالہ 2009ء میں مکتبۃ التوبہ، ریاض، سعودی عرب سے کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔ یہ ضخیم کتاب 484 صفحات پر مشتمل ہے، دو صفحے ڈاکٹر فہد بن عبدالرحمن الرومی کے مقدمہ پر مشتمل ہیں اور چھ صفحات میں مولف نے ابتدائی کلمات لکھے ہیں۔ کتاب چار ابواب اور ایک خلاصے پر مشتمل ہے۔ پہلا باب نزول قرآن اور کیفیتِ نزول سے بحث کرتا ہے۔ یہ باب تین فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل قرآن فہمی اور اشاعتِ قرآن کی اولین جدوجہد کے بیان پر مشتمل ہے، جو نبی ﷺ کی نگرانی میں ہوتی رہی، دوسری فصل عہد صحابہ میں قرآنی تعلیم وتفسیر کے موضوع پر ہے۔ تیسری فصل دراسات قرآن بہ عہد تابعین سے بحث کرتی ہے۔ دوسرا باب اموی اور عباسی دور میں دراساتِ قرآن پر کلام کرتا ہے، یہ بھی تین فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل ان احادیث کی جمع وترتیب پر مشتمل ہے، جو قرآن فہمی سے متعلق ہیں۔ دوسری فصل ترجمہ قرآن کے وقت عقلی اور فلسفیانہ نشو ونما سے بحث کرتی ہے۔ تیسری فصل مشکل کلمات کے معانی اور پرانی اصطلاحات کو حل کرتی ہے جو اس زمانے کے اہل علم کے اختلاف رائے کی وجہ سے مشکل بن گئی تھیں۔ تیسرا باب قرآن کے ترجمے کے عہد سے متعلق ہے یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجموں سے متعلق ہے اور دوسری فصل مختلف

زبانوں میں قرآن کے عربی ترجموں کو بیان کرتی ہے۔ چوتھا باب اس کتاب کا بنیادی موضوع ہے اور وہ ہے قرآن کے منتخب انگریزی ترجموں کا تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ۔ یہ باب دس فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلی فصل میں الفاظِ قرآن سے بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے بیس ایسے الفاظ کا ذکر کیا ہے، جن کا قرآنی مفہوم اور مدلول کو طے کرنے میں بنیادی کردار رہا ہے۔ دوسری فصل قرآن کی مخصوص تعبیروں سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بیس تعبیروں کا ذکر کیا ہے جنہیں قرآن کے معانی اور مفاہیم طے کرنے میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان تعبیروں کو قدیم مفسرین بھی نہیں سمجھ سکے تھے۔ تیسری فصل اسالیب قرآن کے بارے میں ہے، ڈاکٹر صاحب نے قرآن کے ان 16 اسالیب پر گفتگو کی ہے، جو قرآنی مدلولات کو صحیح رخ دیتے ہیں اور منزل مراد تک پہنچاتے ہیں۔ چوتھی فصل، عربی زبان کے نحوی اور صرفی قواعد سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بیس قاعدوں سے بحث کی ہے۔ پانچویں فصل قرآنی معارف واصطلاحات سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بارہ ایسی اصطلاحوں کا ذکر کیا ہے، جنھیں سمجھنے میں مفسرین سے کوتاہی ہوئی ہے۔ چھٹی فصل نظم قرآن کے سلسلے میں ہے، اس فصل میں ڈاکٹر صاحب نے نظم قرآن پر گفتگو کی ہے، پھر انہوں نے بارہ مثالیں بیان کی ہیں، جن کی روشنی میں قرآن کے معانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ساتویں فصل شان نزول کے سلسلے میں ہے، یہ ایک ایسا موضوع ہے، جس میں بڑے بڑے مفسرین کے قدم لڑکھڑانے سے نہ بچ سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے میں تحقیق وتفتیش کے بعد صحیح راہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ متعلقہ موضوع پر کئی مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ آٹھویں فصل میں ان دیگر آسمانی کتابوں کا ذکر ہے، جنھوں نے قرآنی الفاظ کے معانی ومفاہیم کو طے کرنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ جو لوگ کتب سماوی سے صحیح طور پر مدد نہیں لیتے، وہ قرآنی مفہوم کو سمجھنے

میں بھٹک جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلے میں اپنا موقف کھول کر بیان کیا ہے اور مثالوں سے بھی واضح کیا ہے۔نویں فصل عقائدوافکار کے بارے میں ہے،ڈاکٹر اعظمی نے قرآن کے معانی کی تصحیح وتضلیل میں افکار ومعتقدات کے کردار کونمایاں قرار دیا ہے، یہ ایک دلچسپ فصل ہے۔دسویں فصل قرآن کے مفاہیم کے متعلق ہے جو کچھ ڈاکٹر صاحب نے گذشتہ نوفصلوں میں ذکر کیا وہ گویا تمہید یا مدخل یا اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔انہی فصلوں کی روشنی میں اس دسویں فصل میں ڈاکٹر صاحب نے قرآن کے صحیح معانی ومفاہیم کا ذکر کیا ہے۔ پس یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے، دلچسپ تحقیقات اور خوب صورت افکار پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کی تیاری میں 143 مصادر ومراجع سے استفادہ کیا ہے۔یہ ڈاکٹر صاحب کے اس تحقیقی مقالے یا کتاب کی عمدگی اور جامعیت کی بہترین دلیل ہے۔کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر فہد بن عبدالرحمن رومی پروفیسر ٹیچرز کالج ملک سعود یونیورسٹی، ریاض فرماتے ہیں:

> ”میرا خیال ہے کہ برادر عزیز فاضل اورنگ زیب اعظمی ان لوگوں میں سے ہیں، جنھوں نے قرآن مجید کے متعدد ترجموں کو پڑھا ہے اور ان کا تجزیہ کیا ہے۔یہ تنقیدی اور تجزیاتی مقالہ انہوں نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی ہندوستان سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لیے تیار کیا تھا، مقالہ اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اسے طبع کیا جائے اور اس کی اشاعت ہو؛ تاکہ قرآن مجید کے انگریزی تراجم پر تنقید وتجزیہ کا سلسلہ شروع ہو اور قرآن مجید کی حفاظت وصیانت کا سبب بنے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے:” إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ “ (ترجمہ: ہم

نے قرآن مجید نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے)۔" 1

ڈاکٹر عبد الرحمن بن معاضہ الشہری فرماتے ہیں:

"محترم محقق نے نہایت مفید افکار پیش کیے ہیں اور اس موضوع کو یعنی قرآن کے انگریزی تراجم پر نقد وتبصرہ کو اپنا مطمح نظر بنایا ہے۔" 2

اسی کتاب کے بارے میں ڈاکٹر محمد اسجد ندوی قاسمی اپنے جامع اور طویل تبصرہ میں لکھتے ہیں:

"اس وقت ہم ایک موسوعی، موضوعی، جامع اور یگانہ روزگار کتاب کے مطالعے کا شرف حاصل کررہے ہیں، جسے ہمارے محترم دوست فاضل استاد ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی حفظہ اللہ نے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالے کے طور پر تیار کیا تھا، اس مقالے کا عنوان انہوں نے "ترجمات معاني القرآن الإنجليزية، دراسة نقدية وتحليلية" رکھا ہے۔ یہ کتاب دلالت کرتی ہے کہ ہمارے محقق نے سنجیدگی کے ساتھ قدم اٹھایا اور مسلسل محنت کی ہے، تب یہ علمی، متوازن تحقیق منصۂ شہود پر آئی ہے۔ اس تحقیقی مقالے پر ایک سرسری نظر میں نے بھی ڈالی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ تحقیقی مقالہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ محقق نے موضوع کو اس کے تمام اطراف وجوانب کے ساتھ سمجھا ہے اور پھر اس موضوع کی خامیوں کا علاج بھی بتایا ہے، ہم فاضل محقق کو اس کاوش پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ نہ جانے کتنے علمی مراحل انہوں نے طے کیے ہوں گے اور مقالے کی تیاری میں سالہا سال محنت اور جانفشانی سے

---

1 ترجمات معاني القرآن الإنجليزية، دراسة نقدية وتحليلية، ص:6

2 دیکھیں http//:www.alukah.net/culture/15/27525/ixzz2dWrF7rmk

کام لیا ہوگا۔ ہم تمنا کرتے ہیں اور ہمیں انتظار ہے کہ اس جیسی منجھی اور سلجھی بحوث وتحقیقات کو برابر آگے بڑھایا جائے۔ اللہ تعالی ہمارے نوجوان محقق کو بہترین جزا عطا کرے، انہیں عزت بخشے، ان کے گناہوں سے چشم پوشی فرمائے، ان کی غلطیوں کی روک تھام کرے، اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اس علمی سلسلے کو آگے بڑھاتے رہیں۔ ان شاء اللہ امت مسلمہ ان کی نگارشات اور تحقیقی اور علمی تحریروں سے مستفید ہوگی۔'' 1

ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی مدیر مجلہ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ فرماتے ہیں:

''پوری کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک قیمتی اور مفید اضافہ ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کا پرتپاک خیر مقدم ہوگا۔'' 2

18۔ حركة الترجمة في العصر العباسي: دراصل یہ کتاب بھی ایک اطروحہ نما ہے، جو عربی زبان وادب میں ایم، اے کے لیے لکھا گیا تھا، اسے ڈاکٹر اعظمی صاحب نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے مرکز الدراسات العربیہ وال إفریقیہ میں پیش کیا تھا۔ کتاب 159 صفحے پر محیط ہے اور دار الحرف العربی بیروت سے 2005ء میں طبع ہوئی ہے۔ تہدیہ وتشکر کے بعد کتاب سید احسان الرحمن دہلوی کے مقدمے سے شروع ہوتی ہے، پھر ڈاکٹر رحاب عقاوی کی تمہیدی تحریر ہے۔ اس کے بعد مولف کا مقدمہ ہے، اصل کتاب صفحہ 16 سے شروع ہوتی ہے اور صفحہ 140 پر جا کر تمام ہوجاتی ہے۔ کتاب انیس ابواب میں منقسم ہے، جس میں عصر جاہلی سے لے کر عصر عباسی تک کے ترجموں کی تاریخ ہے، نقل وترجمہ وتعریب کے اسباب اور خلفاء، وزراء اور عوام کی ترجمہ کے شعبے میں دلچسپیوں

---

1 سہ ماہی ''مجلة الهند''، 1/1/156-178

2 سہ ماہی ''تحقیقات اسلامی''، 29/3/103

کا ذکر کیا گیا ہے، پھر ممالک، علوم، لغات اور مترجمین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ترجمہ کی کتنی قسمیں ہیں اور اس سے غیر عرب قوموں کا عربوں پر کیا اثر ہوا۔ ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب کی تیاری میں 149 مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے جو عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

میں نے اس کتاب کو اطروحہ نما کہا ہے؛ اس لیے کہ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی کے ایم، اے کے طالب علم پر ضروری ہوتا ہے کہ وہ بیس مقالے لکھے اور یہ تمام مقالات کم سے کم 1000 صفحات پر مشتمل ہوں۔ سید احسان الرحمن صاحب دہلوی نے ایم، اے کے طلبہ سے، جس میں اس کتاب کے مصنف بھی شامل ہیں، "حركة الترجمة وأعلامها في العصر العباسي" کے موضوع پر مقالہ لکھنے کو کہا تھا، انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کسی عرب مصنف نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہے، کیا تم میں سے کوئی ایسا طالب علم ہے، جو اس عرب مصنف کی کتاب سے بہتر کتاب لکھ سکے؟ انہوں نے طلبہ کو عرب مصنف کی وہ کتاب دی بھی نہیں۔ ڈاکٹر اورنگزیب صاحب نے مذکورہ عرب مصنف کی کتاب دیکھے بغیر اس موضوع پر مقالہ لکھ کر پیش کر دیا، جب مقالہ سید احسان الرحمن صاحب دہلوی کو دکھایا تو وہ مبہوت رہ گئے، گرچہ انہوں نے مصنف کی حوصلہ افزائی میں بخل سے کام لیا اور اپنی حیرت واستعجاب کا ذکر تک نہیں کیا، ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ صرف ایک ہفتے میں لکھا تھا۔ بعد میں اس مقالے میں مزید معلومات کا اضافہ کیا۔

اس کتاب کے بارے میں ڈاکٹر محمد اسجد ندوی قاسمی اپنے جامع اور طویل تبصرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے سامنے اس وقت ایک نئی کتاب ہے، جو نئے طرز اور بہترین کاغذ اور

چھپائی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی ہے، اس کتاب کا موضوع عباسی عہد میں ترجمے کی تحریک ہے، اس نادر اور اچھوتی کتاب کو برادر عزیز فاضل ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی نے تیار کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف نے نہایت دلجمعی اور سنجیدگی سے موضوع کا مطالعہ کیا ہے اور مسلسل جدوجہد سے کام لیا ہے، تب جا کر یہ علمی اور تجزیاتی تحقیق منصۂ شہود پر آئی ہے، کتاب کے مشتملات پر سرسری نظر ڈالتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ مصنف نے موضوع کے تمام مالہ وماعلیہ پر جامع بحث کی ہے، کتاب اپنی ظاہری اور باطنی خوبصورتی، حسن طباعت اور موضوع کی دلکشی کی بدولت اس بات کی مستحق ہے کہ محققین اور باذوق افراد اسے ہاتھوں ہاتھ لیں۔ اللہ تعالی مؤلف کو ان کی جدوجہد اور حسن عمل کا بہترین بدلہ دے۔" 1

ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی فرماتے ہیں:

"... جس عمر میں آپ نے یہ مقالہ لکھا ہے، اس عمر کے طلبہ کو تو اتنے سارے مراجع تک رسائی بھی نہیں ہوتی، پھر ان کا مطالعہ اور ان کی روشنی میں اتنا قیمتی مقالہ لکھنا تو دور کی بات ہے۔" 2

مولانا سرفراز احمد اصلاحی ندوی مدنی اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"... میں نے آپ کا علمی و تحقیقی مقالہ از اوّل تا آخر پڑھا، مجھے بہت پسند آیا، میں نے اس موضوع پر اتنا تفصیلی اور تحقیقی مقالہ آج تک نہیں دیکھا، خاص طور سے ہندوستان میں تو میں نے اس موضوع پر اس سے بہتر تحقیقی تالیف نہیں پڑھی، اس

1 سہ ماہی "ثقافة الهند"، 55/4/298-316

2 ڈاکٹر اعظمی کے نام ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی کے مورخہ 13/2/2001 کے خط سے ماخوذ

بہترین علمی کاوش پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" 1

19- Wisdm of the Holy Qur'an [The Concept of Hikmah in the Holy Qur'an: یہ امام فراہی رحمہ اللہ کی کتاب حکمت القرآن کے اردو ترجمے کا انگریزی جامہ ہے، مترجم ڈاکٹر اعظمی صاحب ہیں، یہ ترجمہ 2005ء میں Adam Publishers and Disributers نئی دہلی (بھارت) سے شائع ہوا ہے، کتاب ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع کے صفحات میں صاحب کتاب کے حالات زندگی پر مبنی ایک مقالہ بھی ہے، جسے مترجم نے لکھا ہے، یہ چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد مترجم ہی کا ایک اور مقالہ ہے جس میں کتاب کا تعارف اور اس کے مشتملات پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ دو صفحوں پر محیط ہے، اس کے بعد حکمتِ قرآنی کے بارے میں امام فراہی کے نظریے کی تشریح کی گئی ہے، جو گیارہ صفحوں پر مشتمل ہے، اصل کتاب کا عربی سے اردو ترجمہ خالد مسعود صاحب نے کیا ہے۔

20- ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات: یہ The Study of Quran by Non-Muslim Indian Scholars از پروفیسر وزیر حسن صاحب (بنارس ہندو یونیورسٹی) کی ایک فصل کا اردو ترجمہ ہے۔ اس فصل کا عربی ترجمہ بھی ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا، جو مجلہ "ثقافة الهند" نئی دہلی سے شائع ہوا تھا اور اردو ترجمہ اسلامک بک سینٹر، دہلی سے 2004ء میں شائع ہوا تھا۔ اس ترجمہ کے بارے میں سعید اختر اعظمی لکھتے ہیں:

"یہ ترجمہ خاص طور سے ان محققین کے لیے بہت معاون و مفید ثابت ہوگا، جو غیر مسلم دانشوروں کی قرآنی خدمات پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔"

21- Poverty its Solution in Islam,: یہ علامہ یوسف قرضاوی کی عربی

---

1 مولانا سرفراز احمد ندوی کے خط بنام ڈاکٹر اعظمی مورخہ 3/4/2001 سے اقتباس

کتاب ''مشكلة الفقر وكيف عالجها الإسلام'' کاانگریزی ترجمہ ہے۔ترجمہ کے علاوہ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے علامہ یوسف قرضاوی کی سوانحِ زندگی اور علمی خدمات پر بھی مختصر روشنی ڈالی ہے۔یوسف قرضاوی صاحب نے علم وعمل کے میدانوں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں،ان کا بھی مختصراً تذکرہ ہے۔یہ کتاب Adam Publishers and Distributers نئی دہلی سے 2004ء میں شائع ہوئی ہے۔

22- Shukr its Reality,: یہ مولانا امین احسن اصلاحی کی کتاب ''حقیقت نماز'' کا انگریزی ترجمہ ہے، یہ ترجمہ Adam Publishers and Distributers نئی دہلی سے 2004ء میں شائع ہوا ہے۔ڈاکٹر اعظمی صاحب نے مولانا امین احسن اصلاحی کی حیات وخدمات پر بھی اجمالی روشنی ڈالی ہے، جو بطور مقدمہ ترجمے کے شروع میں منسلک ہے۔اسی طرح ڈاکٹر اعظمی نے اس رسالے کا عربی زبان میں بھی ترجمہ کیا ہے، جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

23- Muntakhab Ahadith: یہ مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی کتاب ''منتخب احادیث'' کا انگریزی ترجمہ ہے، جسے پروفیسر فیضان اللہ فاروقی نے کیا ہے، ڈاکٹر اعظمی صاحب نے ان کی معاونت کی ہے اور ایک حصے کا ترجمہ بھی کیا ہے۔یہ ترجمہ قاضی پبلشرز، نئی دہلی سے 2004ء میں شائع ہوا ہے۔

24- قاموس والفاظ واصطلاحات قرآن: یہ منتخب الفاظ واصطلاحات قرآنی کی ڈکشنری ہے، جو مولانا امین احسن اصلاحی کی اردو تفسیر ''تدبر قرآن'' سے مستفاد ہے۔اس قاموس میں قرآن کریم میں مذکور ایک ہزار دو سو الفاظ واصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے، جو 499 صفحات میں پھیلی ہوئی ہیں، ڈاکٹر اعظمی نے آیات واحادیث کی تخریج اور متون وابیات کی تحقیق کے علاوہ شواہد واستدلالات کا بھی اضافہ کیا ہے، یہ قاموس Islamic Book

Centre نئی دہلی سے 2003ء میں شائع ہوئی ہے۔

25- A Glossary of the Qur'an: یہ انگریزی زبان میں تمام قرآنی الفاظ و اصطلاحات کی ابجدی معجم ہے جو 258 صفحے پر مشتمل ہے، Good Words نظام الدین، نئی دہلی سے 2003ء میں شائع ہوئی ہے۔

26- الأيام، دراسة تعريفية تحليلية نقدية: یہ 64 صفحوں کا کتابچہ معروف مصری ادیب ڈاکٹر طہ حسین کی خودنوشت سوانح 'الأيام' کے تنقیدی وتجزیاتی مطالعے پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے اسے عربی زبان وادب میں ایم، اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پروفیسر ظہور الباری اعظمی مرحوم کی نگرانی میں تیار کیا تھا، اس مقالے کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے "الأيام" کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کو واضح کیا ہے۔ یہ کتابچہ اشاعت اسلام، نئی دہلی سے 2002ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کتابچے کے بارے میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی، ایڈیٹر مجلہ "البعث الإسلامي" فرماتے ہیں:

> "یہ کتاب فاضل برادر اورنگ زیب اعظمی کی تالیف ہے، اس میں طہ حسین کی "الأيام" کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کی طباعت اشاعت الاسلام، نئی دہلی کے زیر اہتمام عمل میں آئی ہے۔ اس میں ڈاکٹر طہ کی شخصیت کا تعارف اور الایام کے اسبابِ تالیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اعظمی نے "الأيام" کی خصوصیات اور اس کے بارے میں ادباء کے افکار وخیالات کو بھی بیان کیا ہے، الأيام میں مصر کی جو تصویر کشی کی گئی تھی، اسے بھی اجاگر کیا ہے اور آخر میں "الأيام" کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے، کتاب مطالعہ اور استفادہ کے لائق ہے، ہم فاضل مؤلف کو ان کی قابل ستائش ادبی کاوش پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔" [1]

---

[1] ماہنامہ "البعث الاسلامي"، 48/6/96

27۔ مبادی تدبر قرآن: یہ کتاب قرآن مجید میں تدبر وتفکر کے اصول ومبادی پر مشتمل ہے، جسے مولانا امین احسن اصلاحی نے رقم فرمایا تھا۔ڈاکٹر اعظمی نے اس کتاب میں وارد آیات واحادیث اور اشعار کی تخریج کی ہے، اور کچھ دلائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب البلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی سے 2002ء میں اشاعت پذیر ہوئی ہے۔

28- The Handy Concordance of the Qur'an: یہ کتاب دراصل انگریزی حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق قرآنی آیات کی فہرست ہے ڈاکٹر صاحب نے اس کے تیار کرنے کا طریقہ یوں اختیار کیا ہے کہ پہلے وہ دو آیتوں کا ترجمہ نقل کرتے ہیں، جو حوالے کے موضوع کے مطابق ہوتی ہیں، پھر دوسری آیات کا حوالہ سورہ اور آیت نمبر کے ساتھ دیتے ہیں۔ یہ 205 صفحے پر مشتمل فہرست ہے، جو Good word، نظام الدین، نئی دہلی سے 2001ء میں شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر الطاف احمد نے اعظمی اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہ کتاب انگریزی زبان میں ایک خوبصورت کوشش کا آغاز ہے، مجھے امید ہے کہ قرآن فہمی میں محققین کے لیے معاون ثابت ہوگی۔'' [1]

29- Muslim Names: یہ اسلامی ناموں پر مشتمل عربی وانگریزی میں ایک ڈکشنری ہے، جسے پروفیسر سید احسان الرحمن دہلوی نے مرتب کیا تھا، ڈاکٹر اعظمی نے صحابہ کرام اور ملت اسلامیہ کے اکابرین کے ناموں پر مشتمل اس کا ایک تتمہ تیار کیا ہے۔ یہ ڈکشنری Good word، نظام الدین، نئی دہلی سے 2002ء میں شائع ہوئی ہے۔

30۔ لکناؤ مرکزًا للدراسات العربية والاسلاميه: یہ انگریزی کتاب

1 سہ ماہی ''نظام القرآن''

Lucknow: A Centre of Arabic and Islamic Studies: کا عربی ترجمہ ہے۔ کتاب کے مصنف ڈاکٹر فیضان اللہ فاروقی ہیں، ڈاکٹر اعظمی کا عربی ترجمہ ریسرچ گیٹ وے سوسائٹی، حیدرآباد پاکستان سے 2017ء میں شائع ہوا ہے۔

31۔ نولكشور، لمحة عن حياته ودراسة لخدماته: یہ ہندوستان کے معروف ناشر نول کشور کی اردو سوانح حیات کا عربی ترجمہ ہے، اردو کتاب حکیم وسیم احمد اعظمی نے تصنیف کی ہے۔ جسے ڈاکٹر اعظمی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے، مزید برآں آپ نے اس کی تحقیق اور حسبِ ضرورت اضافے بھی کیے ہیں۔ یہ کتاب بھی ریسرچ گیٹ وے سوسائٹی، حیدرآباد پاکستان سے 2017ء میں شائع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی غیر مطبوعہ تصانیف رتالیفات رتراجم:

1۔ الطلح المنضود في شعراء العربية الهنود: یہ ایک موسوعی گائیڈ ہے، جس میں عربی کے پانچ سو سے زائد ہندوستانی شاعروں کا تذکرہ ہے، اس کی ضخامت تقریباً 600 صفحات ہے، مصنف نے دوران تحقیق 400 مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے، اس کتاب میں عربی زبان کے مرحوم شعراء کے علاوہ باحیات ہندوستانی شعراء کا بھی ذکر ہے، اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ڈاکٹر اعظمی نے ہر شاعر کے تذکرے کے بعد اس کے کلام کا نمونہ بھی درج کیا ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں عام طور پر نمونہ کلام نہیں ملتا۔ اس کتاب میں عربی کے اتنے زیادہ ہندوستانی شعراء کا یکجا ذکر مل جائے گا کہ شعراء کے تذکرے کی بڑی بڑی کتابوں جیسے "الإعلام بمن في الهند من الأعلام"، "تذکرہ علمائے ہند" اور "ريحانة الشعر والشعراء" میں بھی اتنی کثیر تعداد درج نہیں کی جا سکی ہے، خوش قسمتی سے کتاب کا مؤلف خود شاعر ہے اور شعر و ادب کے حقائق و دقائق سے

آشنا ہے؛اس لیے بھی یہ کتاب اپنے موضوع پر غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔

2۔ المأمون: یہ علامہ شبلی نعمانی کی معروف ومقبول اردو کتاب المامون کا عربی ترجمہ ہے، دو جلدوں میں ہے، عباسی خلیفہ مامون رشید کی حیات اور خدمات سے بحث کرتی ہے، اس کا مقدمہ سر سید احمد خاں نے لکھا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کا نہایت عمدہ، سلیس، واضح اور شفاف وشیریں ترجمہ کیا ہے(یہ ترجمہ بیروت کے دار الکتب العلمیہ سے 2017ء میں شائع ہو گیا ہے۔)

3۔ تأويل آيات: یہ اٹھارہ اردو مضامین کا ترجمہ اور تحقیق ہے، جس میں ڈاکٹر اعظمی نے منتخب مشکل آیات کی تفسیر وتاویل پر گفتگو کی ہے۔مثلاً: "مصدقا لما بين يديه"، "فبدل الذين ظلموا" "واتبعو ما تتلو الشياطين" اور "وعنده علم للساعة "وغیرہ، یہ کتاب A4 سائز کے 100 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

4۔ علامہ محمد فاروق چریا کوٹی: سو صفحات کے اس مقالے میں علامہ شبلی نعمانی کے استاذ مولانا محمد فاروق چریا کوٹی کے حالات وکارناموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

5۔ الحرية في الإسلام (تحقیق): یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے، مقالہ نگار سید سلیمان ندوی ہیں، مولانا ابو الکلام آزاد نے اس پر نظر ثانی کی تھی۔ یہ مقالہ ہفتہ وار''الہلال'' میں چھپا تھا۔ڈاکٹر اعظمی نے اس مقالے میں وارد آیات واحادیث اور اشعار کی تخریج کی ہے اور اس کے متن کی تحقیق کی ہے۔

6۔ شعر الفيض، دراسة وجمع: یہ علامہ فیض الحسن سہارنپوری کے عربی اشعار کا مجموعہ ہے۔ڈاکٹر اعظمی نے علامہ مذکور کے عربی اشعار کو جمع کرنے کے ساتھ ان کی شاعری پر بھی تبصرہ کیا ہے۔

7۔ أساليب القرآن: یہ علامہ حمید الدین فراہی کا اسالیب القرآن کے موضوع پر 67 صفحے کا ایک کتابچہ ہے، ڈاکٹر اعظمی نے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ اس کی تحقیق کی ہے، یہ تین حصوں پر محیط ہے۔

مضامین، ترجمے اور تحقیقات

مذکورہ کتابوں کے علاوہ ڈاکٹر اعظمی نے اب تک عربی، انگریزی، اردو اور فارسی زبانوں میں دو سو سے زائد علمی، ادبی و تحقیقی مقالات لکھے اور ترجمے کیے ہیں، کچھ مقالات اور عربی ترجموں کا نیچے ذکر کیا جاتا ہے:

1۔ لعلاقات الطبية بين العرب والهند (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 32-12/4-2/53

2۔خدمات الهندوس للقرآن الكريم (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 51-1/2-1/54

3۔عائشة (رضي الله عنها) تتفكّر في القرآن (الحلقةالأولى)، مجلة النهضة الإسلامية، 9-7/12/4

4۔عائشة (رضي الله عنها) تتفكّر في القرآن (الحلقةالثانية)، مجلة النهضة الإسلامية، 14-11/1/5

5۔عائشة (رضي الله عنها) تتفكّر في القرآن (الحلقةالثالثة)، مجلة النهضة الإسلامية، 13-9/2/5

6۔عائشة (رضي الله عنها) تتفكّر في القرآن (الحلقةالرابعة)، مجلة النهضة الإسلامية، 10-8/3/5

7-عائشة (رضي الله عنها) تتفكّر في القرآن (الحلقةالخامسة)، مجلة النهضة الإسلامية، 9-8/4/5

8-قصة يوسف أحسن القصص، وجوه وأسباب (الحلقةالأولى)، مجلة النهضة الإسلامية، 8-6/9/5

9-قصة يوسف أحسن القصص، وجوه وأسباب (الحلقةالثانية)، مجلة النهضة الإسلامية، 14-12/10/5

10-قصة يوسف أحسن القصص، وجوه وأسباب (الحلقةالثالثة)، مجلة النهضة الإسلامية، 23-20/12-11/5

11-المجتمع الهندي-الإسلامي، تبادل ثقافي (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 108-64/4-3/54

12-مساهمة الأطباء الهندوس في الأدب الطبي الأردوي (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 198-185/1/55

13-الشيخ أمين أحسن الإصلاحي وتفسيره "تدبر قرآن"، مجلة ثقافة الهند، 176-125/2/55

14-مساهة علماء أعظم كره في الدراسات الإسلامية، مجلة ثقافة الهند، 96-68/3/55

15-مساهمة الإمبراطور أكبر في ترجمة النصوص السنسكريتية والفارسية (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 220-191/4/55

16-مساهمة علماء أعظم كره في تطوّر اللغة العربية وآدابها والترجمة الأدبية، مجلة ثقافة الهند، 194-175/1/56

17-تطوّر اللغة العربية وآدابها في ولاية بيهار (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 174-141/1/56

18-خدمات علماء فرنغي محل الأدبية والسياسية (ترجمة)، مجلة

ثقافة الهند، 187-151/2/56

19-تأثير اللغة السنسكريتية وآدابها على اللغة العربية وآدابها (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 150-128/2/56

20-لمحات قدّم فيها رأس أحبّ أولادي إليّ (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 160-135/4-3/56

21-الشيخ صدر الدين الإصلاحي، لمحةعن حياته ودراسة لخدماته، مجلة ثقافة الهند، 233-221/4-3/56

22-ثقافة الهند في عهد السلاطين (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 92-63/1/57

23-مفردات القرآن (استعراض)، مجلة ثقافة الهند، 173-169/1/57

24-الدائرة الحميدية ومساهمتها في تطوير العلوم والفنون، مجلة ثقافة الهند، 59-1/2/57

25-لكناؤ مركزًا للدراسات العربية والإسلامية (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 115-37/3/57

26-رحلة فراق الشعرية (ترجمة)، مجلة ثقافة الهند، 36-26/3/57

27-الشيخ رحمان علي وكتابه "تذكرة علماء هند"، مجلةالفرقان، 69-67/4-3/8

28-مساهمة علماء أعظم كره في الطب اليوناني، مجلة ثقافة الهند، 27-1/4/57

29-تعليقات الجلالين للعلامة فيض الحسن السهارنفوري، دراسة ونقد، مجلة ثقافة الهند، 114-89/1/58

30-الفيضي، شرح ديوان الحماسة؛ خطوة أولى لفهم كلام العرب في ضوء القرآن، مجلة ثقافة الهند، 97-21/3-2/58

31-فتح بور سيكري؛ مدينة تاريخية واقعية (ترجمة)، 150-140/4/58

32-الانتقاد على التمدن الإسلامي للعلامة شبلي النعماني، دراسة تحليلية ونقدية، مجلة ثقافة الهند، 74-59/4/58

33-الشيخ أمين أحسن الإصلاحي والاستشهاد بكلام العرب القح في ضوء تفسير "تدبر قرآن"، مجلة ثقافة الهند، 134-65/2-1/59

34-شرح تحفة الإعراب (استعراض)، مجلة ثقافة الهند، 326-325/2-1/59

35-مؤلفات غلام علي آزاد البلغرامي الخطية في مكتبة خدابخش الشرقية (ترجمة، الحلقةالأولى)، مجلة العليم، 32-28/2/3

36-مؤلفات غلام علي آزاد البلغرامي الخطية في مكتبة خدابخش الشرقية (ترجمة، الحلقةالثانية)، مجلةالعليم، 40-37/3/3

37-علاقة الهند مع ماليزيا (ترجمة، الحلقةالأولى)، مجلة العليم، 20-14/4/3

38-علاقة الهند مع ماليزيا (ترجمة، الحلقةالثانية)، مجلةالعليم، 20-14/5/3

39-بداية ترجمة القرآن في شتى اللغات (الحلقةالأولى)، مجلة الفرقان، 19-11/8-7/10

40-بداية ترجمة القرآن في شتى اللغات (الحلقةالثانية)، مجلة الفرقان، 41-34/10-9/10

41-نظرة عابرة على ترجمات القرآن الكريم باللغة الفارسية في شبه القارة الهندية، مجلةالفرقان، 45-40/12-11/10

42-التفسير المظهري، دراسة نقدية (ترجمة، الحلقةالأولى)، مجلة البعث الإسلامي، 33-26/6/56

43-التفسير المظهري، دراسة نقدية (ترجمة، الحلقةالثانية)، مجلة البعث الإسلامي، 56/7/68-74

44-مولانا جلال الدين الرومي ورابيندرا ناث طاغور، دراسة مقارنة، في كتاب "التجارب العربية من الاتجاهات الحديثة في الأدب المقارن"، ص 111-114

45-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالأولى)، مجلة الهند، 1/1/8-38

46-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالثانية)، مجلة الهند، 1/2/8-29

47-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالثالثة)، مجلة الهند، 1/3/7-23

48-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالرابعة)، مجلة الهند، 1/4/7-17

49-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالخامسة)، مجلة الهند، 2/1/7-60

50-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالسادسة)، مجلة الهند، 2/2/7-55

51-تفسير تدبر القرآن (ترجمة، الحلقةالسابعة)، مجلة الهند، 2/3/8-21

52-الغالب والمتنبي، شاعران كبيران؛ دراسةمقارنة (ترجمة)، مجلة الهند، 1/1/126-143

53-ندوة علمية دولية حول سيرة النبي في الآداب العالمية (تقرير)، مجلة الهند، 1/1/179-184

54-الطبعة الباكستانية. "ديوان الفيض"، دراسةنقدية، مجلة الهند، 1/2/167-205

55-سريلانكا وصلاتها مع العرب، ملاحظات تاريخية (ترجمة)، مجلة الهند، 1/3/107-117

56-الحجاب (قصةقصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 152-149/3/1

57-الأدب العربي الجاهلي عونًا كبيرًا في تفسير محتويات القرآن، مجلة الهند، 56-18/4/1

58-القاضي أطهر المباركفوري، حياته ومآثره، مجلة الهند، 174-136/4/1

59-أثرة (قصةقصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 205-201/4/1

60-خطوة نهائية (قصةقصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 208-206/4/1

61-ترجمة بويز ماثر الإنجليزية لأبيات ألف ليلة وليلة، دراسة نقدية، مجلة الهند، 169-149/1/2

62-كتاب "رحلةالهند"، دراسة نقدية، مجلة الهند، 214-183/1/2

63-الدورة التنشيطية الحكوميةحول النقد الأدبي العربي، مجلة الهند 230-218/1/2

64-سجناء في دار العجزة (قصةقصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 235-231/1/2

65-من تكلّل بالنجاح (قصة قصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 238-236/1/2

66-القربى (قصة قصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 211-202/2/2

67-صندوقٌ للجدد (قصة قصيرة، ترجمة)، مجلة الهند، 214-212/2/2

68-العلامة شبلي وعلي كره، مجلة الهند، 120-102/4-1/3

69-العلامة شبلي يتدبر القرآن، مجلة الهند، 144-121/4-1/3

70-العلامة شبلي النعماني وعلم الحديث الشريف، مجلة الهند، 167-712145-702/4-1/3

71-العلامة شبلي ومساهمته في نشر علم الكلام، مجلة الهند، 219-195/4-1/3

72-الاستشراق والمستشرقون عند العلامةشبلي النعماني، مجلة الهند، 296-280/4-1/3

73-عربية العلامة شبلي النعماني، مجلة الهند، 3/1-4/297-310

74-رحالة هندي في بلاد الشرق العربي، دراسةنقدية، مجلة الهند، 3/1-4/344-364

75-إسكات المعتدي على إنصات المقتدي، دراسة تحليلية، مجلة الهند، 3/1-4/416-420

76-تاريخ بدء الإسلام، دراسة تحليلية، مجلة الهند، 3/1-4/421-426

77-الجزية، دراسة تحليلية، مجلة الهند، 3/1-4/431-427

78-المأمون، دراسة تحليلية نقدية، مجلة الهند، 3/1-4/432-446

79-"تراجم" للعلامة شبلي، دراسة تحليلية، مجلة الهند، 3/1-4/470-481

80-التراث المنقول، مجلة الهند، 3/1-4/603-690

81-الحجاب في الإسلام، مجلة الهند، 3/1-4/691-701

82-زيب النساء أشعر شاعرات الهند وأجود كاتباتها، مجلة الهند، 3/1-4/702-712

83-شعر رشيد أيوب، دراسة تحليلية نقدية، www-alukah-dt net: 2015/01/13

84-محاسن الأخلاق في شعر زهير بن أبي سلمى، www-alukah-dt net: 2015/02/18

85-كتاب "تذكرة العلماء" أصدق مصدر لتاريخ الهند وثقافتها، www-alukah-dt net:23 /2015/02=1436/05/05

86-شعراء مجاهيل للمديح العربي، 4/1-2/60-82

87-المماثلة، مجلة الهند، 4/1-2/215-221

صحافتی سرگرمیاں

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ڈاکٹر اعظمی بچپن سے ہی مجلّات اور رسائل نکالنے لگے تھے، سب سے پہلے انہوں نے سالانہ مجلہ ''شعاع'' نکالا۔ پھر ''مجلہ انجمن اصلاح المسلمین'' اپنے گاؤں سے نکالا، پھر مجلہ ''الشروق'' کا اجرا کیا۔ ڈاکٹر اعظمی طالب علمی کے مختلف ادوار میں مختلف رسالوں کے مدیر یا نائب مدیر رہے۔ اب انہوں نے ایک سہ ماہی عربی میگزین ''مجلة الهند'' کے نام سے مغربی بنگال سے 2012ء میں جاری کیا ہے، مجلة الہند نے اب تک سیکڑوں علمی اور تحقیقی مقالات شائع کیے ہیں۔ بیسیوں مضمون نگاروں کی تحریریں، شعرا کے قصیدے اور سیمیناروں کی علمی رپورٹس اس مجلّے میں چھپ چکی ہیں، ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے اس مجلّے کے دو شاندار خاص شمارے بھی شائع کیے ہیں، ایک علامہ شبلی نعمانی کی حیات اور خدمات سے متعلق دو جلدوں میں شائع ہوا ہے، دونوں جلدوں کے مجموعی صفحات لگ بھگ پندرہ سو ہیں۔ اس خاص نمبر کی تعریف ہندوستان سمیت دنیا بھر کے اہل علم وادب نے کی ہے اور ڈاکٹر صاحب کی جدوجہد کو سراہا ہے، بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ

اس میگزین نے ہندوستان کی عربی صحافت میں انقلاب پیدا کر دیا ہے، بہت سے دانشوروں نے اسے ایک تاریخی کارنامہ قرار دیا۔ اس مجلہ کا دوسرا خاص نمبر علامہ حمید الدین فراہی کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے یہ بھی تین جلدوں میں شائع ہوا ہے، جو تقریباً دو ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جنوری 2016ء سے ''دی انڈین جرنل آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز'' کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی مجلہ بھی نکال رہے ہیں اور یہ بھی اربابِ علم ونظر کے طبقے میں مقبول ومتداول ہے۔ مارچ 2018 میں اس میگزین کا بھی خاص نمبر شائع ہوا ہے، یہ نمبر چار جلدوں اور لگ بھگ دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس شمارے میں قرآنیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

شعروشاعری

ڈاکٹر اعظمی سخن فہمی و سخن سنجی کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں، وہ شعر بھی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں اور حیرت ہے کہ چاروں زبانوں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں انہیں شعر گوئی کی یکساں قدرت حاصل ہے، ان کے بعض عربی، فارسی اور اردو قصائد اور غزلیں ہندوستان کے مختلف مجلّات میں چھپ چکی ہیں۔ ان کی عربی شاعری میں جدت و تخلیقیت کا وفور ہے، انہوں نے اسلاف کی پیروی کو اپنا کل سرمایہ نہیں سمجھا، بلکہ عربی غزلوں اور نظموں میں مختلف تجربے کیے اور اپنا نیا اسلوب اختیار کیا ہے، جو ہندوستانی عربی شاعری میں مفقود ہے۔ نیچے ہم ان کے عربی کلام کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں، جو ان کی عربی نظموں اور غزلوں سے منتخب کیے گئے ہیں۔ شانتی نکیتن میں تدریس کے زمانے میں ان کی ایک شاگردہ نے انھیں ذائقے دار بریانی بنا کر کھلائی، اس کے حسنِ مذاق سے متاثر ہو کر ڈاکٹر صاحب نے عربی میں ایک نظم لکھی، اس کے چند اشعار:

هلمّوا تسمعوا عن بيرياني فقيد الندِّ في هذا الزمان

طعامٌ لا يضاهي به طعامٌ لذيذ أكله، صعب البيان

يفوح المسك حين الكشف حتى تحيطُ رياحُه كلَّ المكانِ

لذيذ الأكل، سهلُ الهضم   حتى صحيـحٌ مأكلُ ذات الأوانِ
وإنْ طار الهواءُ إلى السـمـاء   بجـزء منه متروك الصِنان
فيلتصـــق الملائكُ بالأمينِ   ينادون مزيدَ البيـــرياني
وذاك فإنه ليس بطعـــم   رخيص غيرَ معـدود الأداني
أعدّته يدا خير فتـــاة   أقبّلُ إنْ تجئْ كلَّ البُنـانِ
فتـاةيصعب التعبـير عنها   جليلٌ روحُها، دِقُّ الكِيـانِ
فتـــاة علّل رؤياها قلبيْ   فتاة تسبق خيرَ الحســان
فتـــاة أعجبتْ قلبي وعقلي   وليت مكانها يدنـــو مكاني
فتـــاة ترتدي حسنًا وتأزر   وثمَّ تصحبُ رحب الجنـان
فتـــاة عندما تولي اهتمامًا   فيقصر ثأوَها معنى الحنـان
إلهي: لا تقصّر من حيـــاة   وعادات لها شتى المعـــاني
وربِّيْ: لا تباعـــدْ بيننا، لا   وإيّايَ وإيّاهـــا فدانِ
ووفّقنا مزيدَ الخيـــر منها   وترداذَ الطعـــام البيرياني

ترجمہ:

۱۔لوگوآؤاور بریانی کے متعلق سنو جواس زمانے میں بے نظیر چیز ہے۔

۲۔یہ ایک بے مثال اور نہایت لذیذ کھانا ہے،جس کی خوبی بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔

۳۔جونہی اسے کھولا گیا،تو مشک وگلاب کی خوشبو نے ساری فضا کو معطر کردیا۔

۴۔بریانی لذیذ،زودہضم،اور بہترین کھانا ہے۔

۵۔اگر ہوا کے دوش پر بریانی کی خوشبو آسمان تک اڑ کر جائے۔

۶۔توفرشتوں کی بھیڑ لگ جائے اور وہ کہنے لگیں کہ اور بریانی لاؤ۔

۷۔ یہ اس لیے کہ بریانی نہ کوئی سستا کھانا ہے اور نہ معمولی کھانا ہے۔

۸۔ اس کو ایک لائق دوشیزہ نے تیار کیا ہے، اگر وہ ملے، تو میں اس کے ہر بن کو چوم لوں۔

۹۔ وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس کی تعریف الفاظ میں نہیں ہوسکتی، وہ عالی نفس اور نازک اندام ہے۔

۱۰۔ وہ لڑکی، جس کے دیدار کو بار بار میرا دل چاہتا ہے، اور اس سے پہلے ایسا حسین میں نے نہیں دیکھا۔

۱۱۔ اس نے میرے دل دماغ کو حیرت میں ڈال دیا ہے، کاش کہ اس کا گھر میرے گھر سے قریب ہوتا۔

۱۲۔ اس لڑکی نے حسن کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور حسن ہی کا ازار پہن رکھا ہے۔ اور اس کا دل بہت وسیع ہے۔

۱۳۔ وہ لڑکی جب کسی کام کو ہاتھ میں لیتی ہے، تو اسے مہارت اور لگن کے ساتھ انجام دیتی ہے۔

۱۴۔ اے خدا تو اس کی عمر دراز کر اور اس کی ایسی عادتیں تادیر قائم رکھ جن میں رنگارنگ خوبیاں ہیں۔

۱۵۔ اے میرے رب میرے اور اس کے درمیان دوری نہ پیدا کرنا، مجھے اور اسے پاس پاس رکھنا۔

۱۶۔ یا الٰہی! مجھے اس لڑکی کی طرف سے مزید خیر و محبت دے اور وہ یونہی برابر مجھے بریانی کھلاتی رہے۔

حسن و عشق کے معاملات پر مشتمل چند اشعار:

وصبحٍ تمّ فتنتي بالكعـــابِ ولا سُلَّتْ ثيابُها عن ثيـــابيْ

وجاءت بالتحيـــة ثم رجعتْ وحتى الآن أقعـــــدُ للإيابِ

وقد هـــام الفؤاد بها وألهوْ وأعشقها ولو صفـرتْ وطابيْ

وجارة: هل بكمْ ما بالغـريبِ لأنكِ تفقِدنْ صدقَ الصِّحابِ

ألا يا قومُ لا تســألنَ عنها فلا أسطاعُ تصويرَ الشـــبابِ

أقبّلها وامتصّ الشـــفاهَ وهل شيئ ألذُّ من الرُّضـــابِ

وتمشيْ ورائها شتى الإمـــاءِ ويعلوها الرّداء مع النقـــابِ

وهل اسطاعُ شـــرحَ لفتتها لذيذُ الأجرِ أو سوءُ العـــذابِ

لأنْ يتواجه النظرانِ، صاحِ ثقبتُ النظرَ في حسنِ السَّحابِ

مخافة أنْ يشهّروا الحبيبَ وما أعلنتُ يا صـــاحِ بما بيْ

ترجمہ:

ا۔ کتنی ہی صبحیں ہوئیں کہ مجھے جوان لڑکیوں نے فتنے میں ڈالا، میرا دل ان کے دل سے الگ نہ ہو۔

۲۔ وہ آئی، سلام کیا اور پھر چلی گئی، میں اب تک بیٹھا اس کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوں۔

۳۔ میرا دل اس کے پیار میں گم ہے، میں اس کے ساتھ کھیلتا ہوں اور تادمِ واپسیں میں اسی سے پیار کروں گا۔

۴۔ میری پڑوسن! کیا تمہیں وہی لاحق ہے، جو اس پردیسی کو ہے، کیونکہ تمہیں بھی اچھے اور وفادار دوست نہیں ملے ہیں۔

۵۔ اے لوگو مجھ سے اس کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، میں اس کی جوانی کی سحر آفرینی بیان کرنے سے عاجز ہوں۔

۶۔ میں اسے چومتا ہوں، اور اس کے ہونٹوں کو بوسے دیتا ہوں، اور کیا لعابِ دندان سے

بڑھ کر دنیا میں کوئی لذیذ شے ہے۔

۷۔ وہ چلتی ہے تو اس کے پیچھے پیچھے کنیزیں چلتی ہیں، اور نقاب کے ساتھ وہ چادر اوڑھ کر نکلتی ہے۔

۸۔ اور میں اس کے دوبارہ مڑنے کی تفصیل نہیں بیان کر سکتا۔ یا تو وہ اجرِ عظیم ہے یا عذابِ الیم۔

۹۔ تا کہ دونوں نگاہیں ٹکرائیں، میں نے خوبصورت بادل میں نگاہ گاڑ دی۔

۱۰۔ اس خوف سے کہ کہیں لوگ محبوب کو بدنام نہ کریں میں نے دل کے مخفی راز کو وا نہیں کیا۔

محبوب کی تعریف میں کہتے ہیں:

عشيقتي تعلو أنواعَ الثنــــــاء   تسربلُ بالجمـــــــال وبالحياء

جعـــلتُ أحبّها مُذ أنْ بدتْ ليْ   كمثلِ الشمسِ تطلعُ في الشتاء

بفيها تنثّر دررَ المعـــــــانيْ   كما بلسانها خيرَ الدعــــــاء

تخيّـــــــرُ ما لها من كلِ خيرِ   تصدّقُ باليدين ولا تبــــاهيْ

تقودُ النسوة الأشرافَ قصدًا   وتســـــقيْ الناسَ كلَّ زلالِ ماء

تعلّمُهم دروسَ الخيـــــر حقًا   وتنـــــذرُهم، إذا ضلّوا، بجاء

علاها الفضلُ من كلّ الجهاتِ   حماها الشرفُ من كلّ الرَّجاء

فتـاةً مثلَها عشِق الفــــؤادُ   وأطريْها ومن هوَ فيْ السّـــمَاء

ترجمہ:

۱۔ میری محبوبہ مدح وتعریف سے بالاتر ہے، وہ حیا وحسن کے لباس میں مستور ہے۔

۲۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں، جس دن سے میں نے اسے دیکھا ہے، وہ ایسی ہے جیسے

کہ جاڑے میں طلوع ہوتا ہوا سورج۔

۳۔اس کے دہن سے معانی کے موتی جھڑتے ہیں اور اس کی زبان پر بہترین دعائیں ہوتی ہیں۔

۴۔جو کچھ اس کے پاس حسن اور خیر ہے، وہ خیرات کرتی ہے اور دونوں ہاتھوں سے صدقے پر صدقہ دیئے جاتی ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتی۔

۵۔وہ شریف عورتوں کی قیادت کرتی ہے اور لوگوں کو آبِ زلال سے سیراب کرتی ہے۔

۶۔وہ لوگوں کو خیر کا درس دیتی ہے اور لوگوں کو بیدار کرتی ہے، جبکہ لوگ گمراہ ہوں۔

۷۔اس کی ذات کے ہر پہلو سے علم وفضل جلوہ گر ہے اور ہر طرف سے شرافت اس کو محیط ہے۔

۸۔اس جیسی حسین لڑکی سے دل مبتلائے عشق ہوا، ایک میں ہی نہیں اس کی تعریف کے گیت گاتا ہوں؛ بلکہ وہ بھی جو آسمان میں ہے۔

ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ألهوْ من ملؤها ضـــرارا من هي تقتـــلُ الأسارا

قد فتنت بها صباحـًــا لم أجد بعده قـــرارا

عينها أشربتْ مدامـًــا فعـدّدوني من السكارا

غــــادرتني على قطارٍ منذ ذا أبغض القطارا

إنّني أحبُّك فتـــــاةُ أسررتُ إليها ثم جهـــارا

بعضَ قلبــــي تسلّلته فاحتوتْ كله قـــــرارا

كيف أعبّر عن هيـــامي حاولت يا صاحبي مرارا

إنها أضمرت هيـــــامي وإنني هُمتها جهـــــارا

يا قوم لن تفهموا كلامي ليس هذا لكم يســـارا
ليتها عايشت حيـــاتي ليتنا ندفن مــــــزارا

ترجمہ:

۱۔میرا دل اس پر آ گیا کہ جو بلا اندر بلا ہے،اور اس پر میں شیفتہ ہوا کہ جو پہلے قیـد کرتی ہے پھر جان لے لیتی ہے۔

۲۔صبح اسے دیکھتے ہی میرا دل اس پر آ گیا،تب سے مجھے قرار نہیں آیا۔

۳۔اس کی آنکھوں نے مجھے پلا دیا،حالاں کہ لوگ مجھے سمجھتے ہیں کہ میں نے شراب پی رکھی ہے۔

۴۔وہ مجھے چھوڑ کر ایک ٹرین سے چلی گئی،اس وقت سے مجھے ٹرین ہی سے نفرت ہو گئی۔

۵۔اے مست شباب مجھے تم سے پیار ہے۔اور میں کبھی تم سے آہستہ آہستہ باتیں کرتا ہوں اور کبھی بلند آواز سے۔

۶۔پہلے وہ میرے دل کے ایک گوشے میں چپکے سے آئی پھر پورے دل پر متمکن ہو گئی۔

۷۔میں اپنے دل کے اضطراب کو کیسے بیان کروں،اے میرے ہمدم میں نے بیان کرنا چاہا تو بیان کی طاقت سے عاجز رہا۔

۸۔اس نے مجھ سے محبت کو چھپایا،اور میں نے اس سے اپنی محبت کا اعلان کر دیا۔

۹۔اے لوگو تم میری باتوں کو کیا سمجھو گے،یہ کوئی چیز بات نہیں ہے جو تمھاری سمجھ میں آئے۔

۱۰۔کاش وہ پوری زندگی میرے ساتھ رہتی اور کاش ہم دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوتے۔

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی فارسی وعربی شاعری کے ساتھ اردو شاعری کا بھی نہایت ستھرا اور عمدہ ذوق رکھتے ہیں اور ان کی اردو شاعری بھی کمال کی ہے۔طالب علمی کے زمانے سے ہی جہاں ان کے فارسی اور عربی زبانوں میں مقالہ نگاری وشاعری کے نمونے سامنے آتے

رہے ہیں، وہیں انھوں نے اردو میں بھی شاعری کی ہے اور اچھی شاعری کی ہے۔ انجمن طلبۂ مدرسۃ الاصلاح کے سالانہ مجلہ کے مختلف شماروں میں ان کی مختلف غزلیں اور نظمیں شائع ہوئیں، جو اپنی معنویت اور طرزِ اظہار و ادا کے اعتبار سے ایک پختہ کار شاعری کا نمونہ پیش کرتی ہیں، مثلاً اقبال کی مشہور و معروف حمدیہ نظم ''خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ'' کے طرز پر اورنگ زیب صاحب کی ایک نظم ہے، جس کے اشعار کچھ اس طرح ہیں:

زخمِ خاطر کی دوا لا الہ الا اللہ
قلبِ مومن کی جلا لاالہ الا اللہ
ناصحا ننگ ہے اب جامِ شہد
مئے گلگوں کا نشہ لا الہ الا اللہ
مجلسِ زیب میں کیا بات کہی یونس نے
تحفۂ بیش بہا لا الہ الا اللہ

اورنگ زیب صاحب نے اپنی شاعری میں انفرادی احوال و معاملات کے علاوہ سماج کو درپیش اخلاقی مسائل و مشکلات پر بھی اظہار خیال کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی شاعری میں سادگی و نفاست کی خوب صورت جھلک پائی جاتی ہے:

دل کہ مضطر نظر نہیں آتا
غم کا خوگر نظر نہیں آتا
قافلے کو جو مطمئن کردے
ایسا رہبر نظر نہیں آتا
جس پہ کل تاجِ سربراہی تھا
آج وہ سر نظر نہیں آتا

آج کے عہد میں جب کہ خلوص، محبت، وفااور ہمدردی کے جذبات مفقود ہوتے جا رہے ہیں اور سارا انسانی معاشرہ صارفیت زدہ ہوگیا ہے، حتی کہ شہروں کو تو چھوڑیے، گاؤں کے ماحول میں بھی اب وہ اجتماعیت اور حسنِ اخلاق واطوار کی خوبو باقی نہیں رہی، جو کبھی اس کا خاصہ ہوا کرتی تھی اور جس کا تذکرہ لوگ اپنی گفتگو اور تحریروں میں کیا کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا سماجی و اخلاقی بحران ہے، جس کا احساس آج ہر باشعور انسان کو ہے، ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی نے اپنے ایک شعر میں اس اہم سماجی حقیقت کی طرف بڑے خوب صورت انداز میں اشارہ کیا ہے:

گاؤں میں جو خلوص تھا کل تک
اب وہ منظر نظر نہیں آتا

اورنگ زیب اعظمی کی شاعری میں عام انسانی برائیوں اور اخلاقی بیماریوں پر بھی چوٹ کی گئی ہے۔ آج کے معاشرے میں تقریباً ہر انسان کی یہ عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنے اندر پائی جانے والی خرابیوں کو نہیں دیکھتا، البتہ دوسروں کے لیے مصلح و راہنما بننے کی اسے بڑی جلدی ہوتی ہے، عیوب کی پردہ پوشی حالاں کہ ایک اخلاقی خوبی ہونے کے ساتھ شرعی ذمے داری بھی ہے، مگر افسوس کی بات ہے کہ آج کا انسان دوسروں کی ٹوہ میں رہتا ہے اور بسا اوقات محض اپنے دلی بغض کی تسکین کے لیے دوسروں کی برائیاں اچھالتا پھرتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے اورنگ زیب صاحب کی نصیحت ہے:

کوئی سامنے ان کے آئینہ رکھ دے
جو اوروں کے عیب و ہنر دیکھتے ہیں

معاشرے میں بدامنی، نفرت وعداوت اور باہمی دشمنی کے بڑھتے ماحول سے بھی وہ نالاں ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ:

اٹھو زیب نفرت کے شعلے بجھا دیں

کہ جلتے ہوئے بام و در دیکھتے ہیں

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی اُس خطے سے تعلق رکھتے ہیں، جس نے ہندوستانی مسلمانوں کی علم وادب کے علاوہ سماجی وملی شعبے میں بھی خدمت کی ہے، سو ڈاکٹر صاحب کے ملی جذبات بھی قابلِ قدر ہیں اور انھوں نے متعدد ملی نظمیں بھی کہی ہیں، جن میں امت کے نوجوانوں کو اپنے اکابر اور عظیم شخصیتوں کے کردار وعمل اور ان کے نقوشِ پا کو راہنما بنا کر میدانِ عمل میں اترنے کی ترغیب دی ہے:

نام مسلم ہے ترا علم و سخن پیدا کر

رابتی، سرجو کیا، گنگ و جمن پیدا کر

نوکِ خامہ ہے مرا خطۂ اعظم گڑھ پر

علم شبلی کا، فراہی سا ذہن پیدا کر

شاعرِ غزل سرا نام کی گر خواہش ہے

درک غالب کا ہو، حالی سی لگن پیدا کر

زیب گر خواہشِ اظہارِ پسند ہے تجھ کو

طرز اقبال کا، غالب سا ذہن پیدا کر

الغرض ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی اردو شاعری میں موضوعات اور مضامین کا تنوع بھی ہے اور ہمہ گیریت بھی، ان کی سادہ و پرکار شاعری کو پڑھ کر قلب وذہن میں سرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

علما، دانشوران اور محققین کا حسنِ اعتراف

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی نے اپنی عملی زندگی کی نہایت قلیل مدت میں علم و تحقیق اور ادب و فکر کے شعبوں میں غیر معمولی اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں، وہ ایک زبردست انشا پرداز، مصنف، مترجم، محقق اور شاعر ہیں اور انہی امتیازات کی بنا پر علمی وادبی حلقے میں مشہور و معروف ہیں۔ معاصر علما، محققین اور دانشوروں نے دل کھول کر ان کی خدمات کو سراہا اور ان کی علمی وادبی خصوصیات کا اعتراف کیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر اعظمی کے تعلق سے بعض اہل علم کی رائیں بطور نمونہ یہاں پیش کر دیں:

مجلہ ''الشروق'' کے بارے میں (جسے ڈاکٹر اعظمی مدرسۃ الاصلاح کی طالب علمی کے زمانے میں نکالتے تھے) ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی لکھتے ہیں:

> ''میں نے اس خوبصورت قلمی مجلّے کو پڑھا اور دیکھا ہے، جسے میرے عزیز بھائی ابن لئیق اعظمی (ڈاکٹر صاحب کا پرانا قلمی نام) نکال رہے ہیں، مجھے نہایت خوشی اور حیرت ہوئی کہ انہوں نے اتنی محنت اور تحقیق و جستجو کے ساتھ ایسا خوبصورت مجلہ نکالا ہے۔ وہ خود ہی اس مجلّے کے مضمون نگار اور کاتب ہیں، مزید برآں انہوں نے مجلّے کے موضوعات میں تنوع کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ ہم اپنے عزیز بھائی کو اس مجلّے کی اشاعت اور اس طرح

کے امتیازات اور خصوصیات کے ساتھ نکالنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ وہ ابھی درجہ پنجم عربی کے طالب علم ہیں، بلاشبہ یہ چیز ان کے روشن مستقبل پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وہ آگے چل کر ایک بڑے عالم اور مصنف بنیں گے، ان شاء اللہ۔'' 1

مولانا ضیاء الدین اصلاحی ایڈیٹر ماہنامہ رسالہ معارف فرماتے ہیں کہ ''جناب اورنگ زیب اعظمی اردو اور عربی زبان کے ماہر مصنف اور مضمون نگار ہیں۔'' 2

جناب انتظار نعیم، مدیر ہفتہ وار Rediance لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی نے Rediance کے لیے متعدد مقالات بھیجے، جو یہاں پسند کیے گئے اور Rediance کے مختلف شماروں میں چھپے ہیں، بے شک ڈاکٹر صاحب کو علمی اور عصری موضوعات پر لکھنے کی زبردست اہلیت اور قدرت حاصل ہے۔'' 3

ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی رقم طراز ہیں:

''انہوں (ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی) نے شمالی ہند کے ایک مشہور مدرسہ ''مدرسۃ الاصلاح'' سرائے میر اعظم گڑھ سے فضیلت کی ڈگری حاصل کی ہے۔ قرآنی مطالعہ میں انہیں تحقیق کا ذوق ملا ہے۔ انہوں نے علامہ حمید الدین فراہی کی کتاب ''اسالیب القرآن'' پر تحقیق کا کام انجام دیا ہے، قرآنی الفاظ اور اصطلاحات کی اچھی تحقیق کی ہے۔'' 4

---

1 مجلۃ ''الشروق''، 1/1/1993 (مجلہ کے آخر میں)

2 ماہنامہ ''معارف''، 176/1/33

3 سہ ماہی ''نظام القران''، 79/2/3

4 سہ ماہی ''تحقیقات اسلامی''، 98-97/3/29

ڈاکٹر محمد اسجد قاسمی ندوی مدیر مجلہ "النهضة الاسلامية" تحریر فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر اعظمی بڑی علمی اور تصنیفی صلاحیت کے مالک ہیں۔ علم وادب کے طبقے میں معروف ہیں۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ سے انہوں نے فضیلت کی سند حاصل کی اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے۔ چار زبانوں اردو، عربی، فارسی وانگریزی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان چاروں زبانوں میں ان کی تصنیفات، تحقیقات اور ترجمے موجود ہیں۔ شعر گوئی کا بھی اچھا ذوق ملا ہے، انہوں نے کئی قصیدے اور نظمیں کہی ہیں۔ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں ان کے قصائد موجود ہیں۔ البتہ انگریزی زبان میں ان کی کوئی نظم میری نظر سے نہیں گزری۔ اب تک ان کی تقریباً 16 کتابیں ہندوستان، پاکستان، سعودی عرب، دمشق، بیروت اور انگلینڈ سے شائع ہو چکی ہیں، جبکہ بیس سے اوپر تصنیفات ابھی منتظر اشاعت ہیں۔ ان کے تحقیقی مضامین اور علمی وتنقیدی مقالات کے ترجمے مختلف مشہور رسائل ومجلّات میں چھپ چکے ہیں، ان کی تعداد 100 سے زائد ہے۔ ان میں سے اکثر مقالے کم وبیش سو صفحات پر مشتمل ہیں۔'' 1

ڈاکٹر وارث مظہری ایڈیٹر ''ترجمان دارالعلوم'' لکھتے ہیں:

''محترم اورنگ زیب اعظمی کا کیا کہنا، ان کی عربی کتابیں اور مضامین آسان اور سلیس اسلوب میں ہوتے ہیں، جن میں کوئی تکلف اور تصنع نہیں ہوتا،

1 سہ ماہی "مجلة الهند"، 1/1/156

اگرچہ ان کا اسلوب نگارش خالص علمی ہے؛ لیکن ادبی رنگ سے بھی خالی نہیں رہتا۔ انہوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے بعض بیروت سے شائع ہوئی ہیں۔ انہیں تصنیف وتالیف اور ترجمہ وتحقیق میں یدطولی حاصل ہے، وہ عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں مہارت کے ساتھ ترجمہ کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہیں عربی زبان پر قدرتِ تامہ حاصل ہے، یہ ایسا امتیاز ہے جو علما اور محققین میں بہت کم پایا جاتا ہے۔'' 1

1 مجلہ ''ترجمان دارالعلوم''، 74/7-5/9

مراجع

1۔ اکابرین کے خطوط بنام ڈاکٹراورنگ زیب اعظمی (قلمی)

2۔ اورنگ زیب اعظمی (ڈاکٹر):حرکة الترجمة فی العصر العباسی، دارالحرف العربی، بیروت،لبنان،2005ء

3۔ اورنگ زیب اعظمی (ڈاکٹر): A Glourious Movement of Translation in the Abbasside Dnasty،انگریزی ترجمہ:فرید بن عبدالحفیظ،اسلامک وِنڈرس بیورو،2001ء

4۔ اورنگ زیب اعظمی (ڈاکٹر): الأیام۔ دراسة تعریفیة تحلیلیة نقدیة، مکتبہ اشاعت اسلام،دہلی،2002 ء

5۔ اورنگ زیب اعظمی (ڈاکٹر): ترجمات معانی القرآن الانجلیزیة،دراسة نقدیة وتحلیلیة،مکتبہ التوبہ،الریاض،سعودی عرب،2009ء

6۔ اونگ زیب اعظمی (ڈاکٹر): موطأ الامثال (قلمی)

7۔ برادرعزیز محمد معتصم اعظمی کا مقالہ (قلمی)، جسے انہوں نے ایم۔فل کی سند کے حصول سے پہلے سپردقلم کیا تھا۔

8۔ حبیب اللہ (ڈاکٹر): اعظم گڑھ کا علمی، ادبی اور تاریخی پس منظر، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، 2004ء

9۔ ڈاکٹر اعظمی کی خودنوشت سوانح

10۔ڈاکٹر اعظمی کی شخصیت

11۔سید سلیمان ندوی: حیات شبلی، دارالمصنفین اعظم گڑھ،1999ء

12۔ ماسٹر لئیق احمد والد ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی

13۔ محمد عبد الجلیل خاں (ڈاکٹر) و محمد فضل اللہ شریف (ڈاکٹر): اعجاز القرآن الکریم، ہائیٹیک پبلیشر، حیدرآباد، 2013ء

14۔ سالانہ مجلہ مدرسۃ الاصلاح، انجمن طلبہ مدرسۃ الاصاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

15۔ سالانہ میگزین "شعاع" (قلمی)، طلبہ درجہ دوم عربی، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

16۔ سالانہ میگزین "ضیا" (قلمی)، طلبہ درجہ چہارم عربی، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

17۔ سہ ماہی "مجلۃ الھند"، مولانا آزاد آئیڈیل ایجوکیشنل ٹرسٹ، بولپور، مغربی بنگال

18۔ سہ ماہی رسالہ "نظام القرآن"، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

19۔ سہ ماہی میگزین "تحقیقات اسلامی"، ادارہ تحقیقات و تصنیفات اسلامی، علی گڑھ

20۔ ششماہی مجلہ "الشروق"، مدیر و ناشر: ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ

21۔ ششماہی مجلہ "علوم القرآن"، ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ

22۔ ماہنامہ "ترجمان دار العلوم"، انجمن طلبہ قدیم دار العلوم دیوبند، نئی دلی

23۔ ماہنامہ "اردو بک ریویو"، مکتبہ اردو بک ریویو، نئی دہلی

24۔ ماہنامہ "معارف"، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

25۔ ہفتہ وار میگزین Radiance، ریڈینس آفس، ابوالفضل اینکلیو، نئی دہلی

26۔ درج ذیل ویب سائٹ، مورخہ: 19/11/2011

http:/www-alukah-net/culture/15/27525/hashixzz2dWrF7rmk:

اس مختصر کتابچے میں ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی کی حیات وعلمی خدمات کا ایک سرسری جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کو اسلامی وعربی علوم وفنون میں کمال حاصل ہے، وہ عربی، انگریزی، اردو اور فارسی ترجمے پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ تحقیق ان کا پسندیدہ موضوع ہے اور روز بروز ان کے ذریعے علمی، تحقیقی وادبی ذخیرے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بہ یک وقت چار زبانوں میں انھیں درک حاصل ہے اور وہ ان چاروں زبانوں میں شاعری بھی کرتے ہیں۔ صرف ۳۷ برس کی عمر میں وہ ہندوستانی حکومت کی جانب سے عربی زبان کی خدمت کے اعتراف میں صدر جمہوریہ ایوارڈ سے نوازے جا چکے ہیں، یہ خوش قسمتی بھی ہے اور ایک تاریخی اتفاق بھی؛ کیوں کہ ہندوستان کے مشہور عالم، مفکر مؤرخ علامہ شبلی نعمانی کو اسی عمر میں ہندوستان کی برطانوی حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا تھا، یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ عربی زبان وادب کی خدمت کے اعتراف میں دیا جانے والا صدر جمہوریہ ایوارڈ اُس وقت کے شمس العلماء کے خطاب سے کم نہیں۔

مرکزی پبلیکیشنز
MARKAZI PUBLICATIONS
R-373/3, Jogabai Ext., Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025
Mob: 9811794822 / 21, E-mail: markazipublication@gmail.com

ISBN 81-936908-2-6
9788193690826

Rs. 150